اسوقت تک وہ ... ان مسلمان نوجوانون مین سے جو نہا نخانۂ قدرت سے اپنی قابلیت اور قومی توقعات کے
دوہی ... ہے اپنی عمر کا حصہ کم لائے تھے، مرحوم منشی احمد علی صاحب بی۔ اے کاکوروی بھی تھے،
مرحوم نے تاریخ تمدن کے نام سے بکل کی ہسٹری آف سویلزیشن اردو مین ترجمہ شروع کیا تھا،
ترجمہ کی پہلی ہی جلد وہ تمام کرسکے تھے کہ انکی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، ترجمہ کے علاوہ اصل کتاب پر اُنھون نے
ایک قابلانہ مقدمہ اور بہت سے مفید حواشی اضافہ کئے تھے، گو مطالب اردو مین صاف ادا نہین
ہوئے ہین، تاہم ہماری زبان مین اس فن کی یہ پہلی کتاب ہے، اور معلومات کا غیر معمولی ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہے،
آغاز کتاب مین استاد مرحوم کے قلم سے دو صفحہ کا دیباچہ بھی شامل ہے جسمین اُنھون نے اس فن کے
مصر کے ایک عربی ترجمہ پر اس کتاب کے اردو ترجمہ کو علانیہ فوقیت دی ہے، قیمت ۱۲/

طبقات الارض، مولوی مرزا مہدی خان کوکب نے اردو زبان مین علم طبقات الارض پر ۲۰۶
صفحہ کی ایک عالمانہ کتاب لکھی ہے، کتاب تین حصون پر منقسم ہے، حصہ اول مین اعمال جاریہ
طبقات الارض، حصہ دوم مین قشر ارضی مین جو حقائق مشاہدہ ہوتے ہین، اور حصہ سوم مین قشر ارضی
کی تاریخ تکوین کی تشریح کیگئی ہے، خاتمہ مین اس علم کے انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ اور فرہنگ ہے
ہم اپنی زبان کی تنگ دامانی پر نظر کرتے ہوے اس کتاب کے وجود کو مغتنم جانتے ہین، قیمت ۱۲/

مشاہیر یونان و روما، حکیم پلوٹارک یونانی کی پیرلل لائوز کا جناب سید ہاشمی صاحب فریدابادی نے
اردو مین ترجمہ کیا ہے، ابھی صرف جلد اول شائع ہوئی ہے جو ۴۸۴ صفحون پر ختم ہوئی ہے، اسمین یونان و روم کے
ان زندہ مشاہیر کا تذکرہ ہے جنکے کارنامون کے آبحیات نے دنیا کی ان عظیم الشان قومون کو حیات سرمدی بخشا ہے
اس قسم کی کتابون کا مطالعہ ایک جد وجہد کرنیوالی قوم کیلئے نہایت ضروری ہے، ترجمہ کی نسبت اسقدر کہنا کافی ہے کہ
ہمکو اپنے مترجم دوست سے اس سے بہتر کی توقع تھی، بہرحال یہ انکی علمی کوشش کا پہلا ثمرہ ہے، قیمت ۱۲/

یہ چارون کتابین دفتر الناظر چوک لکھنؤ سے ملینگی،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

یورپ کے حکمائے تاریخ کہتے ہین کہ مسلمانون کی ترقی و تنزل دونون کا ایک ہی سبب ہے،
یعنی غیر قومون کے ساتھ نسبی اور اجتماعی میل جول، ہم بھی کہتے ہین کہ مسلمانون کی ترقی اور تنزل
دونون کا ایک ہی سبب ہے، اور وہ انکا فوری اور وقتی جوش! وہ سیلاب کے مانند پہاڑ کو
اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہین، لیکن کوہکن کی طرح ایک ایک پتھر جدا کرکے راستہ صاف نہین کرسکتے
وہ بجلی کی مثل ایک آن مین خرمن کو جلا کر خاک سیاہ کرسکتے ہین، لیکن چیونٹی کی طرح ایک ایک
دانہ نہین ڈھو سکتے، وہ ایک مسجد کی مدافعت مین اپنا خون پانی کی طرح بہا سکتے ہین، لیکن ایک
منہدم مسجد کو دوبارہ بنانیکے لئے مسلسل کوشش جاری نہین رکھ سکتے، یہ اُنسے ممکن تھا کہ
محمد علی اور ابو الکلام کے دائین بائین گر کر جان دیدیتے، لیکن یہ اُنکے بس کی بات نہین کہ
وہ مسلسل آئینی جد وجہد سے اُن اسیران اسلام کو چھڑا لائین،

مایۂ طینتِ آدم ز خمیرِ دگر ست | تو توقع ز گلِ کوزہ گران میداری

مسز اینی بسنٹ چھوٹ سکتی تھین کہ انکی آزادی کے لئے وہ قوم بیتاب تھی جو اپنی مسلسل
اور پائدار کوششون سے برطانیہ کے پر عظمت اور زخار سمندر کے کنارہ کو ہلا سکتی ہے، اور

اسوقت تک وہ [illegible] ہلانی رہ سکتی ہے جب تک گوہر مقصود اسکے ہاتھ نہ آجاے، لیکن مسلمان دو ہی کام کرسکتے ہین، یا اس پرخطر دریا مین کودکر اپنی جان گنوا دین، یا اسمین ہیل کر پانی کی صاف وشفاف سطح کو گدلا کر دین،

ہندوستان کی سیاسی بساط پر اسوقت جو بازی کھیلی جارہی ہے، ہمکو یقین نہین کہ مسلمان اسکے اچھے شاطر ثابت ہوسکین، کیونکہ یہ وہ میدان ہے جو ایک ایک قدم گن گر آہستہ آہستہ آگے بڑہانے سے جیتا جاسکتا ہے، اور ایک دوڑ مین آگے بڑہجانیکی کوشش مین مات سامنے رکھی ہی، اور اگر غافلانہ اپنی جگہ پر قائم رہین تو توبرتوبشہ کی تاب نہ لاکر فوراً بساط الٹ دین گے،

اس جدید دور مین علمی، تعلیمی، تجارتی، سیاسی ہر میدان مین مسلمانون نے اپنی قوت بازو کو آزمایا، لیکن انکی تمام کوششین نقش برآب ثابت ہوئین، آج نہایت زور شور سے بڑے شور وغل کی آواز مین ایک انجمن کی بنا پڑتی ہے، اور کل اسکی اینٹ اینٹ علٰحدہ ہوجاتی ہے مسلم یونیورسٹی کا ہنگامہ اٹھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید بغداد و مصر و قرطبہ کی گمشدہ عظمت آناً فاناً واپس آنا چاہتی ہے، لیکن اس دن کی جب رات گذرتی ہے تو خواب فراموش سے زیادہ وہ یاد نہین رہتا، طرابلس اور بلقان کے خونی معرکون مین گوشربار توپون کے دہانے افریقہ اور یورپ کی سرزمینون مین کھلے تھے، لیکن انکی گرج سے ہندوستان کے در و دیوار ہل رہے تھے ہم سمجھتے تھے کہ شاید یہان کوئی نیا زلزلہ پیدا ہوگا، لیکن اسکی حقیقت صداے مگس سے زیادہ نہ ثابت ہوئی، مسجد کانپور کے خونین قطرون کو دیکھکر ہم نے کیا کیا، جزع و فزع نہ کی، لیکن پھر کر جو دیکھتے ہین تو ان دردمند لبون پر جنکی گریہ وزاری کبھی تھمنے والی نہ تھی، اس قیامت کا تبسم نظر آتا ہے کہ شاید یہ ہونٹ کبھی آہ و فغان سے آشنا ہی نہ تھے،

ہماری ناکامی کا اصل سبب کیا ہے؟ یہ ہی کہ ہم آندہی کی طرح آتے ہین اور بجلی کی طرح

گذرجاتے ہین، ہمکو دریا کے اس پانی کے مانند ہونا چاہیئے جو آہستہ آہستہ بڑہتا اور سالہا سال مین کنارون کو کاٹ کر اپنا دہانہ وسیع کرتا جاتا ہے، کامیابی صرف مسلسل اور پائدار کوشش مین ہے ہمالیہ کی برفستانی چوٹیان آہستہ آہستہ پگھلتی ہین، لیکن کبھی جمنا اور گنگا کو خشک نہین ہونے دیتین آسمان کا پانی ایک گھنٹہ مین دشت وجبل کو جل تھل بنا دیتا ہے، لیکن چند ہی روز مین ہر طرف خاک اڑنے لگتی ہے،

تمہاری عبرت کے لئے خود تمہاری قومیت کی پیدائش کا سبق کافی ہے، اسلام اکیس سال مین تکمیل کو پہنچا، مکہ مین آنحضرت صلعم ۱۳ برس رہے، اور اس طویل زمانہ کا ہر لحظہ دعوت اور تبلیغ مین گذرا، تاہم خاطر خواہ کامیابی نہوسکی، لیکن آپ اس سے ملول خاطر نہوے، اور جب آپکے چچا نے بلاکر سمجھایا کہ اس خیال خام سے باز آؤ، اسوقت آپکی زبان سے جو فقرہ نکلا اسکی روشنی اسوقت تک ماند نہوگی جب تک آسمان پر آفتاب و ماہتاب کی روشنی باقی ہے، آپنے فرمایا "قریش اگر میرے داہنے ہاتھ مین سورج اور بائین ہاتھ مین چاند رکھدین تو بھی اس کوشش سے باز نہ آؤنگا"

جس قوم نے اس عزم واستقلال کے آغوش مین تربیت پائی ہو اسکے لئے حیف ہی کہ ایک ایک منٹ مین اسکا رنگ بدل جاے، وہ چاند اور سورج کو پاکر نہین بلکہ چاند کی طرح کی ایک زرد دہات سے للچاکر اور سورج کی طرح کی ایک سفید دہات سے ڈر کر دفعتہً اسکے ارادہ کا رخ اس طرح پلٹ جاے گویا وہ بادصرصر کے جھونکے مین ایک خزان رسیدہ درخت کی پتی تھی،

ہم ایک ہی بات کہنا چاہتے ہین کہ کامیابی صرف مسلسل اور پائدار کوشش مین ہے،

مقالات

حسین بن منصور حلاج

کی

تاریخی شخصیت

عمر ہیست کہ افسانۂ منصور کہن شد

من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رسن را

اگر یہ سچ ہے کہ بیٹے سے باپ کا نام روشن ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک حسین حلاج سے بڑھکر دنیا مین کوئی سپوت بیٹا پیدا نہوا ہوگا، حلاج کا اصلی نام حسین شاید ہی کوئی جانتا ہو، لیکن منصور کے نام سے کوئی ناواقف نہوگا، حالانکہ منصور اُسکا نہین اسکے باپ کا، اور حسین خود اسکا نام ہے، لیکن اب سب لوگ اسکو منصور ہی کہتے ہین،

حسین بن منصور کا دعوٰی انا الحق اور اس جرم مین یا باصطلاحِ بزرگان حقیقت افشاے راز کے جرم مین اسکا بر سر دار جان دینا، شاعرانہ تصوف کا لطیف ترین نکتہ ہے، سنائی اور سب سے زیادہ شیخ عطار، مولانا رومی، اور حافظ وغیرہ صوفی شعرا کے اس بلند بانگ نقارہ کے آگے تاریخ کی واقعہ کو آواز بالکل دبکر رہ گئی ہے، لی بان نے رُوح الاجتماع مین لکھا ہے کہ "بار بار کا اعادہ اور تکرار ہی ایسی چیز ہے جو واقعہ کا قلب ماہیت کر سکتی ہے"، اس اصول کے ثبوت کیلئے دیگر تاریخی جزئیات کے علاوہ حسین منصور کی تاریخی شخصیت مین انقلاب بہترین مثال ہے!

ہمارے صوفیاے کرام تقریبًا ۸۰۰ برس سے اسکو اپنی جماعت کا بہترین رکن سمجھتے ہین، وحدۃ الوجود جسکا تخیل چھٹی صدی سے مسلمانون مین آیا ہے حسین منصور اسکا فصیح ترین شارح

اور صحیح ترین معبر سمجھا جاتا ہے، انکے محاورات مین اسکا جرم یہ نہین ہے کہ اُس نے اپنی خدائی کا دعوی کیا، بلکہ اصلی جرم یہ ہے کہ وہ راز حقیقت جو مدت سے سینون مین امانت چلا آیا تھا اُس نے برملا ہر کس و ناکس کے سامنے فاش کر دیا، اس نکتہ کو ہمارے حقیقت دان صوفی شعرا کس کس مزے سے بیان کرتے ہین، اور کس کس لطف سے اس گرہ کو کھولتے ہین، حالانکہ سچ یہ ہی کہ محی الدین ابن عربی سے پہلے مسلمان طبقۂ صوفیا اس رمز سے ناآشناے محض تھا، حضرت جنید وغیرہ صوفیاے متقدمین کی طرف اس قسم کے جو چند اقوال منسوب کئے جاتے ہین وہ تاریخی اسناد سے ثابت نہین،

حسین بن منصور نسلاً ایرانی تھا، اسکا دادا پارسی تھا، سب سے پہلے اسکا باپ اسلام لایا فارس کے شہر بیضا مین پیدا ہوا، واسط مین جو بصرہ اور کوفہ کے درمیان واقع ہے نشو و نما پائی، بغداد مین بھی اسکی آمد و رفت ثابت ہے، اس زمانہ مین شیخ طائفہ اور مسند نشین ہدایت و ارشاد حضرت ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تھے، کہتے ہین کہ حسین منصور انکا مرید اور حلقہ نشین تھا[1]، سنہ ولادت نہین معلوم، سنہ ۳۱۰ھ مین بغداد مین قتل ہوا،

اسکی تعلیم و تربیت کا حال کسی مورخ نے نہین لکھا اور نہ یہ معلوم ہی کہ کن کن اساتذۂ وقت سے اس نے استفادہ کیا، گرفتاری کے بعد جب اُسکے علم و ادراک کا امتحان کیا گیا، تو قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ بلکہ عربی زبان سے بھی نابلد ثابت ہوا، بااین ہمہ بہت سے مزخرفات کتب کا نام اسکی تصنیفات مین ملتا ہے، ابن ندیم نے کتاب طاسین، رسالۃ الازل والجوہر الاکبر والشجرۃ الزیتونیۃ النوریۃ، کتاب سر العالم، کتاب کید الشیطان، کتاب العدل والتوحید، کتاب السیاسۃ والخلفاء والامراء، کتاب نور النور، کتاب التجلیات، کتاب ہو ہو، وغیرہ ۴۴ رسالون کے نام

[1] یہ حالات ابن خلکان مین ہین،

اسکی تصنیفات مین گنائے ہین، منجملہ اسکے ایک وہ رسالہ ہے جسمین اس نے محرومین کے لئے ایک عجیب و غریب گھر بیٹھے حج حاصل کرنے کا نہایت ارزان نسخہ بتایا ہے اور جو اسکے فتوائے قتل کا سبب ہوا ہے[51]، ایک اور رسالہ آداب وزارت پر خلیفہ مقتدر کے ایک وزیر کے کتبخانہ مین موجود تھا[52]،

تمام تاریخین اس امر پر متفق اللفظ ہین کہ حلاج نیرنگ، شعبدہ بازی، اور ہاتھون کے کھیل مین بہت چالاک اور بہت مشاق تھا، روپئے برسا دیتا تھا، طرح طرح کے میوے منگوا دیتا تھا، ہوا پر اڑتا تھا، اور بھی کچھ عجائبات دکھاتا تھا، ایک دفعہ ایک شخص نے کہا کہ تم کوئی ایسا سکہ دکھاؤ جسپر خلیفہ کے بجاے تمہارا نام کندہ ہو، لیکن یہ بازیگر دعوائے الوہیت کے باوجود اپنے نام کا ایک سکہ بھی بنا کر نہ دکھا سکا، اُسکے ہمسفر کا بیان ہے کہ یہ اسکے ساتھ صرف اس غرض سے ہندوستان آیا تھا کہ یہان کی مشہور شعبدہ بازیون کی تعلیم حاصل کرے، چنانچہ اسکے سامنے ایک عورت سے اس نے رسی پر چڑھ کر غائب ہو جانے کا شعبدہ سیکھا[53]، راہ مین گڈہے کھود کر کہین پانی، کہین میوہ، کہین کھانا پہلے چھپا دیا جاتا، پھر اپنے ہمراہیون کو لیکر اس سمت مین سفر کرتا اور بوقت ضرورت اپنی کرامتون کے تماشے دکھاتا[54]،

بہرحال آج کے مضمون مین حلاج کے جزئی حالات زندگی کی تفصیل مقصود نہین ہے بلکہ یہ دکھانا کہ حلاج کے قتل کے کیا اسباب ہین، اور کیا یہ سچ ہے کہ وہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی بنا پر قتل کیا گیا، حلاج کے حالات صوفیون کے تذکرون، فقہاے متکلمین کی تصنیفات اور عام مورخون کی تاریخ مین بکثرت ملتے ہین، اختلاف کی صورت مین اُن مین باہمی ترجیح کے حسب ذیل اصول ہین،

[51] یہ پوری تفصیل کتاب الفہرست ابن ندیم سے ماخوذ ہے، [52] تاریخ الوزراء ابو ہلال صابی المتوفی سنہ ۴۴۸ھ صفحہ ۲۰۹،
[53] تاریخ ابن مسکویہ برحاشیہ طبری طبع مصر صفحہ ۸۰ و ۸۱، [54] تاریخ فخری ابن طقطقی صفحہ ۲۳۵، مصر،

(۱) حلاج کے عہد سے جسکا زمانہ قریب تر ہو،

(۲) روایت و تاریخ مین جو مسلّم ہو،

(۳) درایت سے جسکی تائید ہوتی ہو،

حلاج کے بیانات کی قدیم ترین شہادت ہمارے پاس، عریب بن سعد قرطبی کی تاریخ صلۂ طبری ہے، عریب کی تاریخ سنہ ۲۹۱ھ سے سنہ ۳۲۰ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے، حلاج کے وقائع زندگی سنہ ۳۰۱ھ سے شروع ہو کر سنہ ۳۰۹ھ پر تمام ہو جاتے ہین، اسلئے سمجھنا چاہئے کہ عریب حلاج کی معاصرانہ تاریخ کی کامل سند ہے، عریب، صلۂ تاریخ طبری مین لکھتا ہے،

كان الحلاج هذا رجلا غويا خبيثا يتنقل في البلدان ويموه على الجهال ويرى قوما انه يدعو الى الرضا من آل محمد ويظهر انه سني لمن كان من اهل السنة وشيعي لمن كان مذهبه التشيع ومعتزلي لمن كان مذهبه الاعتزال وكان مع ذلك خفيف الحركات شعوذيا قد حاول الطب وجرب الكيمياء فلم يزل يستعمل المخاريق حتى استهوى بها من لا تحصيل عنده ثم ادعى الربوبية وقال بالحلول وعظم افتراءه على الله عز وجل و رسله و وجدت له كتب فيها حماقات وكلام مقلوب وكفر عظيم وكان في بعض كتبه

حلاج ایک گمراہ اور خبیث آدمی تھا، شہر بشہر پھرا کرتا تھا، جاہلون کو دہوکا دیا کرتا، بعضون سے یہ ظاہر کرتا کہ وہ اہلبیت کا داعی ہے، اور بہتون سے اپنا سنی ہونا بتاتا، اور شیعون سے اپنے کو شیعی کہتا اور معتزلہ کے سامنے معتزلی بنجاتا، علاوہ ازین بڑا ہاتھ کا چالاک اور شعبدہ باز تھا، طب کا دعوی تھا کیمیا کا تجربہ تھا، ہمیشہ شعبدے کیا کرتا یہانتک کہ بہت سے بیوقوفون کو اُس نے اپنا گرویدہ بنالیا پھر خدائی کا دعوی کیا اور حلول کا قائل ہوا، اور خدا و رسول پر افترا باندہا، اسکے بہت سے خطوط ملے جنمین حماقتین اور اُلٹی پلٹی باتین اور کفر تھا، بعض مین تھا کہ مین ہی نوح کی قوم کو ڈوبانے والا ہون اور عاد و ثمود کو

انی المغرق لقوم نوح والمهلك لعاد وثمود وکان یقول لاصحابہ انت نوح وانت موسیٰ وانت محمد قد اعیدت ارواحها

ہلاک کرنے والا ہون، اور اپنے مریدون سے کہتا کہ تم نوح، موسیٰ اور محمد ہو انکی روحین مین نے اُنکے بدن مین لوٹا دی ہین،

(ابن الجوزی [illegible])

اسکے بعد عریب نے حلاج کی شعبدہ بازیون کو ایک ایک کرکے گنایا ہے، ہم انکو پہلے لکھ چکے ہین، عریب کے بعد ہم بغداد کے مشہور سیاح ابن حوقل کی روایت پیش کرتے ہین جو عجب نہین کہ حلاج سے ملا ہو، ابن حوقل اپنے سفرنامہ مین جو ۳۳۱ھ سے یعنی حلاج کے واقعہ قتل سے ۲۱ برس بعد شروع ہوتا ہے، لکھتا ہے،

وممن عرف من هولاء واشتهر وطار ذکره فی الآفاق وظهر الحسین بن منصور الحلاج من اهل البیضاء وکان حلاجا ینتحل النسك والتصوف، فما زال یرتقی به طبقاً عن طبق حتی انتهی به الحال الی ان زعم ان من هذب فی الطاعة جسمه وشغل بالاعمال الصالحة قلبه وصبر علی مفارقة اللذات، وملك نفسه بمنعها عن الشهوات ارتقی الی مقام المقربین ومنازل الملئكة الکرام الکاتبین ثم لا یزال یتردد فی درجة المصافاة حتی یصفو عن البشریة طبعه فاذا لم یبق فیه من البشریة نصیب حل فیه روح الله الذی کان منه کعیسی بن مریم

ان مین سے جو لوگ معروف و مشہور ہین اور ملکون مین انکا چرچا پھیلا ہے، ایک حسین بن منصور حلاج ہے بیضا کا رہنے والا، اور نداف تھا، زہد و تصوف کا مدعی تھا، درجہ بدرجہ اس سے بڑھتے بڑھتے اسکی حالت یہانتک پہنچی کہ وہ کہنے لگا کہ جو شخص طاعت الٰہی مین جسم کو درست کرے اور اپنے قلب کو نیک اعمال مین مشغول رکھے اور لذات دنیوی سے کنارہ کش ہو جاے اور اپنے نفس کو خواہشون سے باز رکھے، وہ مقربین اور پاک فرشتون تک پہنچ جاتا ہے، پھر صفائی کے درجہ مین بڑھتے بڑھتے یہانتک بڑھتا ہے کہ اسکی طبیعت بشریت سے پاک ہو جاتی ہے اور بشریت کا اسمین کوئی شائبہ نہین رہتا، تب خدا کی روح اسمین حلول کر جاتی ہے جس طرح حضرت عیسیٰ مین حلول

فیصیر مطاعاً لا یرید شیئاً الا کان من جمیع ما کان ینفذ فیہ امر الله تعالی وان جمیع افعاله حینئذ فعل الله تعالیٰ، وامره وکان یتعاطی هذا ویدعو الی نفسه بتحقیق ذلك کله،

کر گئی تھی، اسوقت ہر چیز اسکے تابع فرمان ہو جاتی ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے، اور جہانتک خدا کا حکم نافذ ہو سکتا ہے اسکا بھی ہوتا ہے، اسوقت اُسکے تمام افعال خدا کے افعال ہوتے ہین، حلاج یہ سب کرتا تھا اور لوگون سے کہتا تھا کہ یہ درجہ اسکو حاصل ہو گیا ہے

مورخ ابن ندیم جو ۳۸۰ھ مین موجود تھا، صرف ایک واسطہ سے روایت کرتا ہے،

الحلاج کان رجلا محتالا مشعبذاً یتعاطی مذاهب الصوفیة، یتحلی الفاظهم ویدعی کل علم وکان صفراً من ذلك، وکان یعلم شیئاً من صناعة الکیمیاء ...... ویدعی عند اصحابه الالوهیة ویقول بالحلول ویظهر مذاهب الشیعة للملوك ومذاهب الصوفیة للعامة وفی تضاعیف ذلك یدعی ان الالهیة قد حلت فیه وانه هو تعالی الله جل وتقدس عما یقول هولاء علواً کبیراً،

حلاج ایک حیلہ گر اور شعبدہ باز تھا اُس نے صوفیا کے طریقے اختیار کر لئے تھے، اُنکے الفاظ بولتا تھا اور ہر علم کا دعویٰ کرتا تھا، حالانکہ وہ اس سے خالی تھا علم کیمیا البتہ کچھ جانتا تھا، اپنے پیرون مین جھکر الوہیت کا مدعی تھا، اور حلول کا قائل تھا، سلاطین کے سامنے مذہب شیعہ ظاہر کرتا اور عوام کے سامنے صوفیون کا مذہب، اور بیچ بیچ مین یہ بھی دعویٰ کرتا جاتا کہ الوہیت اسمین حلول کر گئی ہے اور وہ خدا ہے خدا پاک برتر ہے اس سے وہ جو کہتا ہے،

ابو علی ابن مسکویہ المتوفی ۴۲۱ھ نے جو حلاج کے قتل کے چالیس پچاس برس بعد پیدا ہوا، اپنی تاریخ مین لکھا ہے کہ ۳۰۹ھ مین حلاج کے کچھ مریدان خاص گرفتار ہو کر آئے جنھون نے اقرار کیا کہ ہم حلاج کو خدا سمجھتے ہین، وہ مردون کو زندہ کرتا ہے، لیکن جب خود حلاج سے اسکی تصدیق کرائی گئی تو اس نے انکار کیا اور کہا یہ لوگ جھوٹے ہین، ایک اور مرید سے دریافت

کیا گیا تو اُس نے کہا کہ ہمارا یہی عقیدہ ہے، اور اس عقیدہ کے بہت سے لوگ جابجا پھیلے ہین، بالآخر حلاج قید کردیا گیا اور مخفی طور سے اسکے عقاید کی تفتیش کرائی گئی تو معلوم ہوا کہ اسکی طرف جس ادعاے الوہیت کا انتساب کیا جاتا ہے وہ صحیح ہے اسکے بعد بہت سے اسکے قدیم احباب اور رفقاے سفر ملے جنھون نے اسکے ہفوات اور خیالات کی تشریح کی، کبھی صرف صلاح وتقوی کا مدعی تھا، کبھی اس سے آگے بڑھکر مہدویت کا دعوی کر بیٹھتا، اور اگر زیادہ جاہلون کا مجمع ملجاتا تو خدا بن بیٹھتا،" (خلاصہ)

ابن اثیر، کتاب العیون، اور کتاب الفخری مین بھی اسی قسم کے بیانات ہین، متکلمین مثلاً امام ابوبکر باقلانی المتوفی سنہ، امام الحرمین المتوفی سنہ ۴۷۸ھ، امام ابوطاہر بغدادی المتوفی سنہ ۴۲۹ھ امام ابن جوزی المتوفی سنہ اور علامۂ ذہبی کی تصنیفات مین حلاج کے متعلق جو کچھ مذکور ہے ہم نے عمداً اس سے قطع نظر کیا ہے کہ شاید یہ حامیان شریعت ظاہری کے تعصب پر محمول ہو،

بہر حال جو شہادتین اُوپر گذر چکی ہین ان مین متفقاً یہ بیان ہے کہ حلاج مسئلہ وحدۃ الوجود کا نہین بلکہ مسئلہ حلول کا قائل تھا، ان راویون مین حکما اور فلاسفہ کے نام بھی ہین جنکی نسبت تم یہ نہین کہ سکتے کہ عام ملایان خشک کی طرح وہ اس مسئلہ کی نزاکت کو سمجھ نہ سکے، اور کیا بعینہ یہ اعتراض تم پر نہین ہو سکتا کہ تم اب سیکڑون برس کے بعد اسکے غلط عقیدہ کی ایسی تاویل کرتے ہو جو اس عہد مین سرے سے پیدا ہی نہین ہوئی تھی،

وحدۃ الوجود اور مسئلہ حلول مین آسمان و زمین کا فرق ہے، وحدۃ الوجود کی مختلف تاویلین اور تشریحین لوگون نے کین، تاہم ان سب کا مشترک مقصود یہ ہے کہ تمام دنیا مین حقیقی وجود صرف ایک ہی ہے، باقی یہ تمام جزئی اور متشخص ہستیان اسکی پرتو ہین، مثلاً چراغ اصل ہے اور جو روشنی اس سے پھیلتی ہے وہ اسی کا ظہور ہے، یا انسان اصل ہے اور اُسکا سایہ معدوم جو

بظاہر موجود ہے، انسان کا عکس محض ہے، یا اطلاق وتقیید کی تشریح لیجیے کہ خدا وجود مطلق اور دنیا کی ہستیان صرف اسکی تشخصات اور تعینات ہین، مثلاً دریا اور موج، دھاگا اور گرہ، تصویر اور کاغذ، موج دریا کی ایک خاص شکل، گرہ دھاگے کی ایک خاص ہیئت، اور تصویر کاغذ کی ایک خاص حد بندی کا نام ہے، اگر اس مخصوص شکل، ہیئت اور حد بندی سے قطع نظر کر لیا جاے تو موج، گرہ اور تصویر کا کوئی مستقل وجود نہین نکلتا،

حلول ایک مستقل مذہب ہے، اور اس عہد کے بانیان فرق مین اسکی ایک خاص تاریخ ہے حلاج سے پہلے ابو مسلم خراسانی، اور بابک خرمی وغیرہ اسی قسم کے دعوے کر چکے تھے، اس مسئلہ کا اصل موجد ابن سبا تھا، مسئلہ حلول درحقیقت ایک آرین تخیل ہے، جسکا دوسرا نام اوتار ہے، یعنی کبھی کبھی جب دنیا مشکلات مین گرفتار ہو جاتی ہے تو خدا کسی انسان کی صورت مین جنم لیتا ہے اور اسکو اُنسے نجات دلاتا ہے. حلاج اسی عقیدہ کا داعی تھا اور چونکہ اسکا ہندوستان آنا مذکور ہے اسلئے عجب نہین کہ یہین اُس نے اسکی تلقین حاصل کی ہو،

ابوریحان بیرونی جو حلاج کے چالیس برس بعد پیدا ہوا تھا، اور جو ہندوستان کے مسئلہ حلول سے اچھی طرح واقف تھا، آثار الباقیہ مین اسکے عقاید کی نسبت لکھتا ہے،

مقنع کے بعد ایک صوفی منش شخص حسین بن منصور حلاج پیدا ہوا، نسلاً یہ ایرانی تھا، پہلے یہ مہدی بنا، . . . . . . وہ ایک شعبدہ باز اور پرفریب آدمی تھا، ہر مذہب اور ہر فرقہ کے آدمی کے سامنے اسی فرقہ اور مذہب کا اپنے کو بتاتا تھا، پھر یہ دعوی کیا کہ اس مین روح الٰہی حلول کر گئی ہے، اور اسلئے اپنے کو خدا کہنے لگا، خط مین اپنے پیروؤن کو لکھتا، از خداے ازلی بہ بندۂ فلان، اسکے مرید جواب مین لکھتے "اے وہ ذات جو ہر زمانہ مین مختلف قالب اختیار کرتی رہی ہے، اور اب حسین بن منصور کے قالب مین ہے،" (باب)

روایات تاریخی کی شہادتین تو اوپر گذر چکی ہین، اب ذرا درایت کے اصول سے بھی اسکی صورت حال پر نظر ڈالو،

(۱) اس عہد تک صوفیون مین یہ مسئلہ پیدا ہی نہین ہوا تھا، بعد کے تذکرون مین اس قسم کے چند فقرے مثلاً لیس فی جبتی الا اللہ وغیرہ جو مذکور ہین، یہ صحیح اسناد سے ان بزرگون تک نہین پہنچے،

(۲) کہا جاتا ہے کہ تصوف کی تعلیم حضرت جنید، امام ثوری، اور حضرت تستری رحمہم اللہ سے پائی تھی، ان بزرگون کے تذکرے تاریخ اور رجال مین موجود ہین، لیکن اس قسم کا ایک حرف بھی انکی زبان سے سنا نہین گیا،

(۳) مسئلہ وحدۃ الوجود کوئی اتنا بڑا جرم نہ تھا کہ اسکی پاداش مین سزاے قتل دیجاے، عام تذکرون کے مطابق یہ نعرۂ مستانہ تو اور بزرگون کی زبان سے بھی نکل پڑا تھا، لیکن اُنسے کوئی بازپرس تک نہوئی، محی الدین عربی سے زیادہ کون کھل سکتا تھا، لیکن اس جرم مین انکو ایک تازیانہ تک نہ لگا، عطار اور مولانا ے روم تو کم از کم درگذر کے لائق نہ تھے، اُنکی تعزیر کرنی تھی،

یہ بھی صحیح نہین کہ وہ اس مسئلہ وحدۃ الوجود یا مسئلہ حلول پر قتل ہوا، وہ بظاہر گرفتار بیشک اسی مسئلہ پر ہوا، لیکن یہ گرفتاری اسکے قتل کے دس برس پہلے کا واقعہ ہے، وہ ۳۰۱ھ مین پہلی دفعہ قید ہوا، اور تقریباً ۹ برس تک قید رہا، خلیفہ مقتدر کا وزیر حامد اسکے قتل مین سخت کوشان تھا، کئی دفعہ اُسکو علما، اور فقہا کی مجلسون مین لایا اور اسکے قتل کا مستفتی ہوا، لیکن ہر دفعہ اُنھون نے انکار کیا کہ ثبوت کافی نہین ہے، بالآخر حامد نے اسکی ایک کتاب پیش کی جسمین یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی حج نہ کرسکے تو ایک صاف ستھری کوٹھری کو لیپ پوت کر درست کرے اور حج کے تمام ارکان اسکے سامنے ادا کرے، پھر تین یتیمون کو بلا کر اسمین بٹھا کے عمدہ کھانا کھلاے اور عمدہ کپڑے پہناے، اور چلتے وقت سات سات درہم اُنکے حوالہ کرے، جب یہ سب کچھ

کر چکے تو اسکو حج کا ثواب ملجائیگا، حامد وزیر نے یہ فقرے پڑھکر سناے، قاضی القضاۃ نے پوچھا کہ اسکا ماخذ کیا ہے، حلاج نے حضرت حسن بصری کی کتاب الاخلاص یا کتاب السنۃ کا حوالہ دیا، قاضی یہ غلط حوالہ سنکر غضبناک ہوا اور اسکے منھ سے نکلا "اے وہ جسکا خون حلال، ہم یہ کتاب مکہ مین سُن چکے ہین، اُسمین تو یہ نہین ہے" وزیر نے یہ فقرہ پکڑ لیا اور قاضی کو مجبور کیا کہ اس فقرہ کو کاغذ پر لکھدو، قاضی نے لکھدیا، علماے حاضرین مین سے کسی نے اُسپر دستخط کئے، اور کسی نے نہ کئے، حامد نے یہ محضر خلیفہ مقتدر کے پاس بھیجدیا اور وہان سے اسکے قتل کا فرمان حاصل کیا،

یہ تو ارباب تاریخ کا سرسری بیان ہے، اب جو اسکے اندر اصل حقیقت ہے اسکو تلاش کرنا چاہئے، واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ بنو اُمیہ کی حکومت کا خاتمہ اور بنو عباس کی خلافت کا قیام، صرف اہل عجم کی مذہبی سازش کا نتیجہ تھا، ابو مسلم خراسانی جو اس انقلاب کا ہیرو ہے، وہ کوہستان و خراسان مین داعی بنا، داعی سے نبی، اور نبی سے خدا ہوگیا، یعنی لوگ اسکو خدا کا اوتار ماننے لگے، آخر خلافت عباسیہ کے قیام کے بعد منصور نے ابو مسلم کو قتل کرادیا لیکن با این ہمہ ان مقامات مین اسکی خدائی کا زور باطل نہوا، مجوسی، پارسی اور اہل عجم اپنی ملکی اور وطنی حکومت کے قیام کی مختلف تدبیرین سوچتے تھے اور وہ سب بیکار ثابت ہوتی تھین آخری تدبیر وہی کامیاب نظر آئی جو ابو مسلم نے اختیار کی تھی، چنانچہ خلافت عباسیہ کے قیام کے ساتھ یہ سازشین شروع ہوگئین، بابک خرمی اور مقنع خراسانی نے کوہستان خراسان، اور ترکستان کے علاقون مین سالہا سال تک خدائی کی، اور خلیفہ کی فوجین شکست پر شکست کھاتی رہین، اور بڑی مشکل سے یہ فتنہ فرو ہوسکا،

اہل عجم کا ایک اور گروہ تھا جو ملکی حکومت سے مایوس ہوکر حکمران طبقہ مین اقتدار پیدا کرکے دخیل کار ہونا چاہتا تھا، چنانچہ اسمین اُنکو کامیابی ہوئی، اور سفاح سے لیکر مامون تک تمام

کاروبار انہین کے ہاتھون انجام پاتا رہا معتصم تخت نشین ہوا تو اُس نے ایرانیون کی جگہ ترکون کو دیدی، اب عرب و عجم کی بجاے ترک و عجم میدان مین تھے، عام ہردلعزیزی اور جمہور کی ہمدردی ایران و عراق مین اہل بیت نبوی کے ساتھ تھی چنانچہ دونون طاقتین اسی عصا کے سہارے کھڑی ہوئی ہین،

معتصم کے بعد عباسیون کا زوال شروع ہوگیا، مدعیان سیادت کا ہرطرف ظہور ہونے لگا، چوتھی صدی کا آغاز تھا کہ ایران و ترکستان کے ایک حصہ مین دیالمہ نے اسی شیعیت کے بل بوتے پر ایک مستقل حکومت قائم کرلی، اور بھی چھوٹی چھوٹی ریاستین پیدا ہوگیئین، خلافتِ بغداد کی حیثیت ایک قدیم یادگار کی رہ گئی تھی، ان روسا و سلاطین مین سے جسکا قابو چل جاتا خلافت کے کاروبار پر اپنا قبضہ جما لیتا،

اسی اثنا مین دو عظیم الشان طاقتین پیدا ہوگیئین، عراق مین قرامطہ کا گروہ پیدا ہوا، اور افریقیہ مین ایک مہدی کا ظہور ہوا جو فاطمیت کے مدعی بھی تھے، انکے داعی اور جاسوس درویشون اور زاہدون کی صورت مین تمام بلاد اسلامیہ مین پھیل گئے تھے، مہدیون کا گروہ جنکا دوسرا نام بنو فاطمہ ہے، بڑھتے بڑھتے مصر پر قابض ہوگیا، اور کئی سو برس تک وہان بڑے جاہ و جلال سے حکومت کی،

قرامطہ نے جو حقیقتہً مجوسی تھے، دس بارہ برس تک مسلمانون پر وہ مظالم توڑے کہ انکے بیان سے ابتک رونگٹے کھڑے ہوتے ہین، عین حج کے زمانہ مین عرب پر حملہ کیا، اور حاجیون کے قافلون کو لوٹ لیا، ہزارون حاجیون کو تہ تیغ کیا، کعبہ سے حجر اسود اکھاڑ کر لیگئے ادھر سے فرصت پاکر دار الخلافہ کا رخ کیا، دمبدم انکے آگے بڑھنے کی خبرین آتی رہتی تھین خلیفۂ بغداد سے فوجون پر فوجین بھیج رہا تھا، اور وہ شکست کھا کھا کر پیچھے لوٹ جاتی تھین آخر

بڑی مشکل سے کئی سال مین جاکر انکا زور گھٹا، اور صرف ایران کے کوہستانی علاقہ مین باطنیہ کے لقب سے سمٹکر رہ گئے،

سنہ ۳۱۰ھ سے سنہ [illegible] تک ان فتنون کے عین عروج اور شباب کا زمانہ ہے، ان فرقون کے داعی عجیب و غریب عوام فریب دعوون کے ساتھ اُٹھتے تھے، ظاہری زہد و اتقا، امر بالمعروف اور شعبدہ گری کی کرامات دکھاتے ہوئے خاموشی کے ساتھ ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن مین پھرا کرتے تھے، عوام انکے گرویدہ ہوتے جاتے، اور معتقد بنجاتے تھے، جب ایک جمعیت پیدا ہوجاتی تھی تو موقع پاکر یہ بازیگر جدھر چاہتے تھے، ان بیوقوفون کو جھونک دیتے تھے،

عین اسی ہنگامۂ رستخیز مین حلاج کا ظہور ہوا، دکھانیکے لئے بڑی بڑی ریاضتہاے شاقہ برداشت کرتا تھا، پہاڑ پر چڑھکر دن بھر دھوپ مین بیٹھا رہتا، ہندوستان آکر یہان کے نٹون سے بہت سے شعبدے سیکھے، واپس آکر عراق کو اس نے اپنا مامن بنایا، پہلے ایک داعی کی حیثیت اختیار کی، لوگون کو اپنی کرامتین دکھاتا ہوا، سرکاری عہدہ دارون سے نظرین بچاتا ہوا اس گاؤن سے اس گاؤن اور اس شہر سے اس شہر مین پھرا کرتا تھا، لوگون کا بڑا مجمع اسکے گرد جمع ہوگیا، اب اُس نے نئے نئے دعوے شروع کئے، اور اسکے مرید ہر بات پر آمنّا و صدّقنا کہتے جاتے تھے، اور آخر خدائی تک نوبت پہنچی،

سرکاری عہدہ دارون کے سامنے سنہ ۲۹۹ھ مین سب سے پہلے اس راز کا افشا ہوا، عراق مین ایک مقام سوس ہے، صاحب البرید یعنی سرکاری محکمۂ خبر رسانی کا افسر اعلیٰ، وہان ایک گلی سے گذر رہا تھا، دیکھا کہ ایک بڑھیا آپ ہی آپ بڑبڑاتی ہوئی جارہی ہے اور یہ کہتی جاتی ہے کہ "مجھکو چھوڑدو ورنہ مین کہدونگی"، صاحب البرید نے اُسکو گرفتار کرلیا، اور واقعہ دریافت کیا، پہلے وہ انکار کرتی رہی، اور جب اُسکو ڈرایا دھمکایا گیا تو اُس نے کہا کہ میرے گھر کے پاس حلاج

نامی ایک شخص آگر اترا ہے، جسکے پاس رات دن لوگون کا تانتا بندھا رہتا ہے، چپکے آتے ہین اور عجیب عجیب باتین کرتے ہین" اسی وقت آدمی بھیجے گئے، اور حلاج مع ہمراہیون کے گرفتار ہوا، پہلے تو وہ انکار کرتا رہا کہ مین حلاج نہین ہون، مین اُسکو جانتا بھی نہین ہون لیکن جو پہچانتے تھے، انھون نے بتایا کہ یہ وہی ہے، بہرحال وہ قید کردیا گیا، تفتیش کیگئی تو بہت سے خطوط اور کاغذات اُسکے پاس سے برآمد ہوے، ان تمام واقعات کی اطلاع دربارِ خلافت کو دیگئی، اور حلاج کو پابزنجیر بغداد روانہ کیا گیا، وہان یہ قید کردیا گیا،

اس زمانہ کی اسلامی حکومتون مین اعلیٰ ترین عہدے دو تھے، وزارت اور حجابت، اسوقت بغداد مین حامد بن عباس وزیر اور نصر، حاجب تھا، حسب دستور جیسا کہ ہمیشہ باہم بڑے بڑے عہدہ دارون مین ہوا کیا ہے، حامد اور نصر مین باہم چشمکین تھین، حامد نے حلاج کو قید کیا تھا، حلاج نے اپنا منتر نصر پر پھونکنا شروع کردیا، خلیفہ مقتدر نام کا مقتدر تھا، حکومت کی باگ حرمسراؤن کے ہاتھ مین تھی، حرمسرا کی بڑی ماما کو قہرمانہ کہتے ہین، جسکے ہاتھ مین تمام حرم سرا کا جز وکل ہوتا ہے، یہ قہرمانہ سلطنت کے انتظامات مین اسقدر دخیل کار ہوگئی تھی کہ اسکے مشورہ کے بغیر کوئی کام انجام نہین پاسکتا تھا، خلیفہ کی مان باقاعدہ دربار لگاکر بیٹھتی تھی اور احکام نافذ کرتی تھی،

عورتون کو ہر زمانہ مین دعا، تعویذ، گنڈا، اور دیگر عجائبات وکرامات پر جسقدر جلد یقین آجاتا ہے وہ سبکو معلوم ہے، حلاج ان فنون مین طاق تھا، اس نے انھین ہتیارون سے ان پر وار شروع کردیئے، یہ وار کارگر ثابت ہوے، حرم کی عورتین، بہت سے وزرا، آس پاس کے امرا، دار الخلافہ کے بہت سے اعلیٰ عہدہ دار اور شہر کے عوام کو اس نے اپنا ہم آہنگ بنالیا، نصر حاجب بھی اس سے جاکر مل گیا، اب انقلاب حکومت کا پورا مسالہ تیار ہوگیا

حامد نے یہ دیکھا تو خلیفہ سے اسکے قتل کا اذن طلب کیا، اور اسکی کتابین پیش کین جن مین بعض باتین خلاف شریعت تھین، قاضی نے اُسکے قتل کا محضر تیار کیا، چند علما نے اسپر دستخط کردیئے، خلیفہ نے بھی آخری فرمان صادر کردیا، حلاج قیدخانہ سے نکالکر پولیس کے حوالہ کیا گیا، اس نے اپنے اہتمام مین دریاے فرات کے کنارے اسکو قتل کردیا،

ہم نے جو کچھ اوپر لکھا ہے، وہ ابن سعد القرطبی، ابن حوقل بغدادی، اور ابن ندیم بغدادی کے بیانات کا لفظی ترجمہ ہے، مزید اطمینان کے لئے ہم اصل عبارت نقل کردیتے ہین،

ابن سعد قرطبی کا بیان :

کان الحلاج ھذا رجلا غویا خبیثاً ینقل فی	یہ حلاج ایک گمراہ اور خبیث آدمی تھا، شہر بشہر پھرا
البلدان ویموہ علی الجھال ویری قوماً	کرتا تھا، اور جاہلون کو بہکایا کرتا تھا، کچھ لوگون کو
انہ یدعو الی الرضا من آل محمد ..... فلم	اس نے یہ بتا دیا تھا کہ وہ امام رضا کا داعی ہے
یزل یستعمل المخاریق حتی استھوی بھا من	غرض ہمیشہ انہین شعبدہ بازیون سے بہت سے بیوقوفون کو
لاتحصیل عندہ	اپنا گرویدہ بنالیا،

ابن حوقل بغدادی کی معاصرانہ شہادت،

حتی استمال جماعۃ من الوزراء وطبقات	شعبدے دکھاکر وزیرون کی ایک جماعت کو اور
من حاشیۃ السلطان وامراء الامصار و	حکومت کے عہدہ دارون اور شہرون کے افسرون
ملوک العراق والجزیرۃ والجبال وما والاہا	اور عراق وجزیرہ وغیرہ کے حاکمون کو اس نے اپنی طرف
وکان لایمکنہ الرجوع الی فارس ولایطمع	مائل کرلیا، لیکن وہ ایسا ادہر پھنس گیا تھا کہ فارس
فی قبولھم ایاہ لتخوفہ علی نفسہ منھم لوظھر	کی طرف واپسی ناممکن ہوگئی تھی، اور یہ امید نہ تھی کہ
لھم واخذ واعتقل وما زال فی دار السلطان	اگر یہان کے لوگون کے سامنے آجاے تو وہ اسکے

ببغداد الی ان خیف من قبلہ ان یستغوی کثیراً من اھل دار الخلافۃ من الحجاب والحرم وغیرھم، (طبع یورپ ص ۲۱)

معتقد ہوجائینگے ۔ بہرحال گرفتار رہا اور قید ہوا اور بغداد کی دار الحکومت مین اسوقت تک قید رہا جب تک یہ خوف نہوا کہ دار الخلافہ کے بہت سے لوگون کو اور حاجب اور حرم کو بہکا لیگا،

مورخ مسعودی کا معاصرانہ بیان،

وکان مقتل الحسین بن منصور المعروف بالحلاج من اھل مدینۃ البیضاء لست بقین من ذی القعدۃ سنۃ ۳۰۹ ... وکان یوما عظیما، لمقالات حکیت عنہ فی الدیانۃ کثر متبعوہ علیھا والمنقادون الیھا وکان یظھر التصوف والتالہ (کتاب التنبیہ ص ۳۸۷)

حسین بن منصور حلاج ۲۴ ذیقعدہ سنہ ۳۰۹ھ مین قتل ہوا یہ بیضا کا رہنے والا تھا .... یہ دن بڑے اژدحام کا تھا، قتل کا سبب یہ تھا کہ مذہب مین اس سے کچھ نئے عقاید نقل کئے گئے تھے، ان عقاید مین بہت سے لوگون نے اسکی پیروی کرلی اور بہتون نے اسکی اطاعت اختیار کرلی تھی، بظاہر تصوف اور خداپرستی ظاہر کرتا تھا،

مسعودی کتاب التنبیہ مین لکھتا ہے کہ اسکے عقاید و تصنیفات کی نسبت جو اصلی تحقیق ہے وہ دوسری کتاب مین ہے، جسمین بانیانِ مذاہب کا حال ہے، لیکن افسوس ہے کہ وہ نہین ملتی، مروج الذہب مین حلاج کا اُس نے ذکر ہی نہین کیا، مسعودی کی تحقیق اس بارہ مین بہت کچھ قابل قدر اور فیصلہ کُن ہوتی،

مسعودی کے بعد اسکے ایک اور معاصر ابن ندیم کا حوالہ پیش کرتا ہے، ابن ندیم فہرست مین کہتا ہے

وکان جاھلاً، مقدماً متھوراً، جسوراً علی السلاطین مرتکبا للعظائم یروم اقلاب الدول ویدعی عند اصحابہ الالھیۃ و یقول بالحلول ویظھر مذاھب الشیعۃ للملوک ومذاھب الصوفیۃ للعامۃ.... ...ثم حمل الی دار السلطان فحبس فجعل یتقرب بالسنۃ الیھم فظنوا ان ما یقول حق وروی عنہ انہ فی اول امرہ کان یدعوا الی الرضا من آل محمد فسعی بہ واخذ بالجبل فضرب بالسوط ویقال دعا ابا سھل النوبختی فقال لرسولہ انا راس مذھب وخلفی الوف من الناس یتبعونہ باتباعی ورفع الی نصر الحاجب واستغواہ .... والذی عمل لقتلہ وقام فی ذلک حامد بن العباس وقد کاد السلطان ان یطلقہ لانہ طمس علیہ وعلی من فی دارہ من الخدم والنساء بالدعاء والعوذ والرقی وکان یاکل الیسیر ویصلی الکثیر ویصوم الدھر فاستغواھم واسترقھم وکان نصر القشوری یسمیہ الشیخ المصلح، انما غلظ حامد یقرر وقد رمی ببعض الامر فقال انا ابا ھلکم بہ فقال حامد الان صح انک تدعی ما قرنت بہ۔

حلاج ایک جاہل، دلیرانہ مانہ ساز، حکام اور امراء پر جسارت اور بڑے بڑے ارادون کا ارتکاب کرنے والا تھا، وہ چاہتا تھا کہ سلطنتون کو اُلٹ دے، اور اپنے پیرودن کے سامنے

الوہیت کا مدعی تھا، اور حلول کا قائل تھا، امراے وقت سے اپنا مذہب شیعہ اور عوام الناس سے صوفیت ظاہر کرتا تھا ..... پھر وہ دار السلطنت مین بھیجا گیا وہان قید کردیا گیا، اہل دار الحکومت مین اپنا سنی پن ظاہر کرکے ان مین تقرب پیدا کرنے لگا، اور وہ سمجھنے لگے کہ جو کچھ کہتا ہی سچ کہتا ہی، بیان ہی کہ یہ اولاً امام رضا کا داعی تھا، لوگون نے اسکی شکایت کردی، وہ کوہستان مین پکڑا گیا اور کوڑے لگاے گئے، ابوسہل نوبختی (ایک ایرانی رئیس) کو اس نے دعوت دی، اور اُسکے قاصد سے کہا کہ مین ایک مذہب کا امام ہون، میرے پیچھے ہزارون آدمی ہین جو میری پیروی کے سبب سے اسکے زیر فرمان ہوجائینگے نصر حاجب کے سامنے یہ پیش کیا گیا تو اُس نے اسکو بہکالیا، اصل مین جو شخص اسکے قتل کے لئے آمادہ ہوا اور اسمین اہتمام کیا وہ حامد بن عباس (وزیر ہے) قریب تھا کہ سلطان اسکو آزاد کرے، کیونکہ سلطان پر اور اُسکے گھر مین جتنے نوکر چاکر اور عورتین ہیتن ان سبکو اس نے دعا، تعویذ، منتر سے رام کرلیا تھا، کھاتا کم تھا، نماز بہت پڑھتا تھا، ہمیشہ روزہ سے رہتا تھا، ان حیلون سے ان سبکو اُس نے بہکالیا تھا اور اپنے قابو مین کر لیا تھا، نصر اسکو

فقتل واحرق،

شیخ نیکوکار کہنے لگا، حالانکہ وہ غلطی پر تھا، حامد اسکو ثابت کرتا تھا، اور اُسپر بعض الزام قائم کرتا تھا، اُس نے کہا کہ مین تم سے مباہلہ کرونگا، حامد نے کہا کہ اب ثابت ہوگیا جسکا تم نے ارتکاب کیا اسکے مدعی بھی ہو، غرض قتل کیا گیا اور جلا دیا گیا،

علامہ ابن جوزی بغدادی کی روایت: (برحاشیہ صلہ تاریخ طبری)

قبض بالسوس علی الحسین بن منصور الحلاج ... واخذت لہ کتب ورقاع فیہا اشیاء مرموزۃ ثم حمل فادخل الی دار السلام علی جمل ومعہ غلام لہ علی جمل آخر مشتہرین ونودی علیہ ہذا احد دعاۃ القرامطۃ فاعرفوہ،

شہر سوس مین حسین بن منصور حلاج گرفتار کیا گیا، اور اسکے بہت سے خطوط اور رقعے پکڑے گئے جنمین رمزون مین باتین لکھی تہین، یہ بغداد بھیجدیا گیا، ایک اونٹ پر یہ سوار تھا اور دوسرے پر اسکا غلام تھا، منادی پکارتا جاتا تھا کہ دیکھ لو یہ قرمطیون کا ایک داعی ہے،

ابن اثیر کی تحقیق:

واما سبب قتلہ فانہ نقل عنہ عند عودہ الی بغداد الی الوزیر حامد بن العباس انہ احیا جماعۃ وانہ یحیی الموتی وان الجن یخدمونہ وانہم یحضرون عندہ ما یشتہی وانہ قدموہ علی جماعۃ من حواشی الخلیفۃ وان نصر الحاجب مال الیہ وغیرہ فالتمس حامد الوزیر من المقتدر باللہ ان یسلم الیہ الحلاج واصحابہ فدفع عنہ نصر الحاجب فالح الوزیر

اسکے قتل کا سبب یہ ہے کہ بغداد کی طرف واپسی مین حامد بن عباس وزیر سے یہ بیان کیا گیا کہ اُس نے بہتون کو زندہ کردیا، اور یہ مردہ زندہ کرتا ہے اور جنات اسکے تابع فرمان ہین، جو چاہتا ہے وہ اسکے سامنے لاکر رکھدیتے ہین، اور اُسنے خلیفہ کے بہت سے اہلکارون کو معتقد بنالیا ہے، اور نصر حاجب بھی اُسکی طرف مائل ہے اور اور لوگ بھی، حامد نے خلیفہ مقتدر باللہ سے درخواست کی کہ حلاج اور اسکے پیرو اسکے سپرد کیے جائین

فامر المقتدر بتسلیمہ الیہ،

نصر نے اسکی طرف سے مدافعت کی، وزیر نے اصرار کیا آخر مقتدر نے حکم دیا کہ اسکو وزیر کے سپرد کردیا جائے،

امام الحرمین المتوفی سمہ نے کتاب الشامل مین لکھا ہے، (ابن خلکان ترجمۂ حلاج)

وقد ذکر طائفۃ من الاثبات الثقات ان ہؤلاء الثلاثۃ تواصوا علی قلب الدولۃ والتعرض لافساد المملکۃ واستعطاف القلوب واستمالتہا وارتاد کل واحد منہم قطراً اما الجنابی فاکناف الاحساء وابن المقفع توغل فی اکناف بلاد الترک وارتاد الحلاج قطر بغداد فحکم علیہ صاحباہ بالہلکۃ

مستند اور ثقہ راویون کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ تین آدمیون نے باہم فیصلہ کیا کہ لوگون کو اپنی طرف مایل کرکے اس سلطنت کو اُلٹ دینا چاہئے، ان مین سے ہر ایک نے ایک ایک گوشہ لیا، جنابی قرمطی نے بحرین کا علاقہ لیا، ابن مقفع ترکستان نکل گیا اور حلاج نے بغداد کے صوبہ پر نظر جمائی اسلئے حاکم بغداد نے اسپر موت کی سزا کا حکم لگایا،

ابن خلکان نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ قرمطی اور حلاج کے ساتھ ابن مقفع کا نام لینا دو سبب سے غلط ہے، اول یہ کہ ابن مقفع کا زمانہ ان سے مدتون پہلے ہے، دوسرے یہ کہ ابن مقفع عراق چھوڑ کر کبھی ترکستان گیا نہین، اس اعتراض پر ابن خلکان نے کئی صفحے سیاہ کئے ہین، لیکن جس طرح امام الحرمین سے کسیقدر غلطی ہوئی ہے، ابن خلکان بھی اس سے بری نہین، ابن مقفع کاتب کی تحریف ہے، ابن خلکان جیسے وسیع النظر کو سمجھنا چاہئے تھا کہ ترکستان مین مقفع نے نہین، مقنع نے علم بغاوت بلند کیا تھا اور خدا بنا تھا، اگرچہ اس تصحیح کے بعد بھی حلاج اور مقنع کی معاصرت ثابت نہوتی تاہم معاصرت کا مفہوم جو اس روایت سے سمجھا جاتا ہے اسکے عدم صحت سے پورے واقعہ کی تکذیب لازم نہین آتی،

اس تفصیل کے بعد کسکو اس تسلیم مین عذر ہوسکتا ہے کہ حلاج شہید انا الحق نہ تھا، قتیل راہ

سیاست تہا، اسکی حیثیت مذہبی گنہگار کی اتنی نہین جتنی ایک پولٹیکل مجرم کی، اسکی بیگناہی کا خون (اگروہ بیگناہ ہے) علماء کے قلم پر نہین بلکہ سلاطین کی تلوار پر ہے،

حلاج نے جو مذہبی یا سیاسی گروہ پیدا کیا تہا وہ اسکے قتل سے فنا نہوا، اور مدتون ایران کے کوہستانی علاقون مین وہ زندہ رہا، ابوریحان بیرونی جسکی وفات کا زمانہ ۴۴۰ھ ہی بیان کرتا ہے کہ اسوقت تک اسکے مذہب کے کچھ پیرو موجود ہین[1]، حلاج کے قتل کے بعد اسکے مریدون نے وہی باتین اسکی نسبت مشہور کین جو ہمیشہ ناکام مدعی کے پیر ظاہر کرتے رہے ہین یعنی وہ مرا نہین ہے زندہ ہے اور پھر وہ لوٹکر آئیگا،

—— . ——

سلسلۂ دار المصنفین (۶)

مکاتیب شبلی جلد دوم

مکاتیب شبلی کی دوسری جلد چھپکر شایع ہوگئی، اس جلد مین مولانا کے وہ خطوط ہین جو انھون نے اپنے تلامذہ اور شاگردون کے نام وقتاً فوقتاً لکھے، ان مین زیادہ تر علمی تعلیمی اور اصلاحی خیالات ہین، آخر مین دو ضمیمے ہین ضمیمہ اول مین انکے مخصوص احباب کے خطوط ہین اور ضمیمہ دوم مین انکے قدیم فارسی اور چند عربی خطوط ہین جن سے مولانا کی ابتدائی زندگی کے حالات معلوم ہوتے ہین، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلےٰ، صفحات ۳۰۰، قیمت عہ/۱۲، تاجرون کو معقول کمیشن دیا جاتا ہے

"منیجر"

[1] آثار الباقیہ باب ہشتم،

مباحث حاضرہ

صحافت یا جرنلزم

یعنی

اخبار نویسی

(۳)

از حاجی معین الدین ندوی رفیق دار المصنفین

امریکن اخبار نگاری یورپ کی سرزمین سے گذر کر اب ہم دنیاے جدید کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک مین قدم رکھتے ہین، ممالک متحدۂ جنوبی امریکہ کا وہ خوش سواد اور مردم خیز خطہ ہے، جسکے دامن سے بڑے بڑے اہل کمال اُٹھے، اور انکی حیرت انگیز ایجادات و اختراعات نے دنیاے علم و عمل مین ایک عظیم انقلاب برپا کردیا، خصوصاً اخبار نگاری یا جرنلزم کو وہ انتہائی عروج حاصل ہوا کہ اب تمام متمدن ممالک کے اخبارات طرز تحریر، اسلوب بیان، ترتیب و تدوین اور طریقۂ ادارت مین امریکن اخبارات کی تقلید کر رہے ہین، لیکن اس عروج کی تفصیل سے پہلے ہم اجمالاً امریکن اخبارات کی گذشتہ تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہین، جس سے نہ صرف صحافت کی شاندار فتوحات اور قابل قدر خدمات کا اندازہ ہوگا، بلکہ یہ بھی ظاہر ہوگا کہ ایک محکوم قوم جو زبان، مذہب، نسل اور رسم و رواج کے لحاظ سے مختلف اور متضاد عناصر کا مجموعہ ہو، حریت اور آزادی کے مشترکہ فوائد کے لئے باہم کس طرح متحد ہوسکتی ہے؟ اور اختلاف عناصر کے باوجود یہ امتزاج کیسے خوش آیند اور گرانقدر نتائج پیدا کرسکتا ہے؟

ابتدائی تاریخ امریکہ مین "بوسٹن" (Boston) سب سے پہلا شہر ہے جو کسی اخبار سے

روشناس ہوا، یہان ۱۶۸۹؁ء مین ایک اخبار کی بنیا درکھی گئی، اوراسکے ایک سال بعد ایک دوسرا اخبار "پبلک اکرنیس" Public accurrence عالم وجود مین آیا، یہ وہ زمانہ تھا کہ یونین جیک (انگریزی پھریرا) تمام جنوبی امریکہ پرحاکمانہ شان واقتدار کے ساتھ لہرارہا تھا، اور ہندوستان کی طرح امریکہ کی ہونہار قوم دولت برطانیہ عظمیٰ کے زیرسایہ تہذیب وتمدن کے منازل طے کررہی تھی، ان دونون اخبارات نے ابتداہی سے انگریزی طرزحکومت پرنہایت سخت اور اشتعال انگیزلب ولہجہ مین نکتہ چینی شروع کردی، یہانتک کہ بوسٹن کی مقامی حکومت نے بال وپر نکلنے سے پہلے ہی انکی زندگی کاخاتمہ کردیا،

یہ دونون اخبارات گوبہت جلد صفحۂ ہستی سے ناپید ہوگئے اورپھرایک طویل عرصہ تک ارباب حکومت کی سخت گیری سے کسی وطن پرست اخبارنویس کومیدان صحافت مین قدم رکھنے کی ہمت نہین ہوئی، تاہم انھون نے اپنے مختصرزمانۂ حیات مین آزادی وحریت کی جوتخم ریزی کی تھی وہ آہستہ آہستہ نشوونما پارہی تھی اورامریکہ مین انقلاب حکومت کاتخیل روزبروز سرعت کے ساتھ ترقی کررہا تھا، یہانتک کہ ۱۷۰۴؁ء مین "بنجامین گرین" (Benjamin green) نے اس تحریک کے خلاف "بوسٹن نیوزلیٹر" (Boston nies Letter) کا سلسلہ شروع کیا اورلوگون کوانگریزی حکومت کے محاسن وبرکات دکھاکروفاداری کی ترغیب دی، پھر ۱۷۱۹؁ء مین ولیم بروکرنے بوسٹن گزٹ نکالا، یہ بھی انگریزی حکومت کاحامی تھا، لیکن یہ دونون باہمی رقابت کے باعث ایک ساتھ اپنی زندگی قائم نہ رکھ سکے، اوربالآخر ۱۷۲۲؁ء مین بوسٹن گزٹ نیوزلیٹر مین جذب ہوگیا، بنجامین گرین اوراسکے بعد اسکے لڑکے ریچرڈ ڈریپر نے اپنی زندگی تک نہایت استقلال اورکامیابی کے ساتھ ان دونون کوجاری رکھا، انگریزی حکومت کی طرف سے اس اخبار کووفاداری کے صلہ مین معقول مالی اوراخلاقی اعانت حاصل تھی، اورجان ڈریپر کے بعد

اسکی بیوہ کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے وظیفہ مقرر کردیا تھا،

لیکن جس طرح پانی کے چند چھینٹے آگ کواورزیادہ مشتعل کردیتے ہین، اسی طرح ان وفادار اخبارات نے وطن پرستون کے جوش خودسری اورجذبۂ وطنیت کوزیادہ بھڑکادیا، اب تک ناراضی اورانقلاب حکومت کا جومادہ اندراندرپک رہا تھا وہ نشترقلم سے علانیہ صفحۂ قرطاس پرٹپکنے لگا، اوربہت سے وطن پرست ذاتی مصائب اورمشکلات سے بے پرواہوکرمیدان صحافت مین اترآئے، ۱۷۲۵؁ء مین "پیٹرزینگر" (Peter Zenger) نے نیویارک گزٹ نکالا، اوراسمین ایسے زہرآلود باغیانہ مضامین شائع کئے کہ بالآخرحکومت کواسکے خلاف مقدمہ چلانا پڑا لیکن عدالت مین مسٹرانڈریوہیملٹن... Andrew Hamilton کی جانفشانی اورمدافعانہ بحث ومباحثہ نے اسکوقانونی گرفت سے بچالیا، گورنرموریس (Morris) نے اس فیصلہ کی نسبت کہا تھا کہ "یہ امریکن آزادی کا تخم اولین ہے"

۱۷۳۳؁ء مین نیویارک سے ایک دوسرا اخبار "ویکلی جرنل" شائع ہوا، یہ بھی انگریزی حکام نہایت سختی کے ساتھ نکتہ چینی کرتا تھا، مری لینڈگزٹ اورنیوانگلینڈ ویکلی جرنل گواعتدال پسند تھے تاہم یہ بھی نہایت آزادی کے ساتھ تمام معاملات پرراے زنی کرتے تھے، غرض اسی طرح رفتہ رفتہ تمام صوبون سے آزاد اخبارات نکلنے لگے، یہانتک کہ ورجینیا Vergina جیسا امن پسند صوبہ بھی خاموش نہین رہا، اس صوبہ کی تعلیمی پسماندگی کااندازہ اس سے ہوگا کہ وہان کے گورنر سرولیم برکلے (Sir William Berkely) نے ۱۶۷۱؁ء مین کہا تھا:

" خدا کاشکرہے کہ ہمارے ہان کوئی آزاد مطبع اوراسکول نہین ہے، اورامید ہے کہ آئندہ ایک صدی تک ہم اس سے محفوظ رہین گے"،

لیکن ابھی نصف صدی گذری ہی تھی کہ ورجینیا کے افق سے "ورجینیا گزٹ" جیسا وقیع

اور آزاد اخبار طلوع پذیر ہوا، جس نے تمام صوبہ کو جوش حریت اور وطن پرستی سے لبریز کردیا، اور
بالآخر یہی وہ سرزمین تھی جو ریلے (Raleigh) اور واشنگٹن Washington
جیسے اولوالعزم محبان وطن کا گہوارہ بنی،

حیرت انگیز کارنامہ غرض اٹھارہوین صدی کا نصف دور ختم ہوا تو امریکہ قومی صداؤن سے گونج
رہاتہا اور اہل امریکہ جو مختلف قومون، ملکون اور نسلون سے تعلق رکھتے تھے، اور مختلف زبانین
بولتے تھے، ایک نئی اور متحدہ قومیت کے سلسلہ مین منسلک ہوکر انگریزی حکومت سے گلوخلاصی
کے لئے اسطرح بیقرار ہورہے تھے کہ اب دنیا کی کوئی قوت انکے اس امنگ اور حوصلہ کو پست
نہین کرسکتی تھی، کیا یہ امریکن اخبارنگاری کا حیرت انگیز کارنامہ نہین ہے کہ اس نے اسقدر قلیل
عرصہ مین بزدل اٹالین، عیش پرست فرانسیسی، مظلوم آئرش اور دوسرے مختلف الخیال اور
مختلف اللسان افراد کو باہم اس طرح متحد کردیا کہ حصول آزادی مین مجارٹی (کثرت) اور منارٹی
(قلت) کا کوئی سوال ہی باقی نہین رہا؟ امریکہ مین جن اخبارات نے یہ متحدہ قومی روح پیدا کی
اُن مین سے ایوننگ سالم گزٹ (Evening Salem gazette) مرکری
(Mercury) چیشائر ریپلکن (The chshire Republican) کنسٹیٹیوشل
گزٹ، نیوپورٹ مرکری، دی نیولنڈن گزٹ، اڈورٹائزر (Advertiser) ایوننگ پوسٹ
اور کنیکٹکٹ کرنٹ Cannecticut courant کے نام خصوصیت کے ساتھ زندہ رہینگے
۱۷۷۰ء مین ایک نہایت ہی شعلہ دہن اور بدزبان اخبار میسچیٹس The massa-
chusetts Spy عالم وجود مین آیا، جس نے نہایت شرارت آمیز لہجہ مین دولت
برطانیہ عظمی کو بدنام کیا اور تمام امریکہ مین انگریزی طرز حکومت کے خلاف نفرت وحقارت کی
آگ بھڑکائی، ۱۷۷۴ء مین جبکہ بندرگاہ بوسٹن کے قانون Boston port act کا

افتتاح ہوا اور انگریزی فوجون کے چار رجمنٹ (رسالے) خشکی پر اتارے گئے، تو اسی اخبار نے
انگریزون کے خلاف نہایت زہرآلود مضامین شایع کئے، اور ایک کارٹون مین دولت برطانیہ کو
شیطان اور اسکی نوآبادیون کو سانپ کی صورت مین پیش کیا، یہ اخبار امریکہ کے مشہور محب وطن
فرنیکلین (Franklin) کا مدح خوان تہا اور اسکے سرنامہ پر یہ زرین طغرہ ثبت تہا
(Join or die) "متحد ہوجاؤ یا مرجاؤ"
لیکن انگریزی فوجون کے خشکی پر اُترنیکے بعد "بوسٹن" کی آب وہوا مین ایسے شرر بار زبان والے
اخبارات کا قیام نہایت دشوار ہوگیا اور اسکو فوراً ورسیسٹر Worcester منتقل ہونا پڑا
یہان اُس نے جوش انتقام مین پہلے سے بھی زیادہ اشتعال انگیز مضامین شایع کئے اور ملک
مین انگریزون کے خلاف اسقدر جوش پھیلایا کہ صرف ایک سال یعنی ۱۷۷۵ء مین فدائیان وطن
کی ایک بڑی جماعت نے شاہی فوجون کو اعلان جنگ دیدیا، اور کامل آٹھ سال تک خونریز
جنگون کا سلسلہ جاری رہا، بالآخر ۱۷۸۳ء مین دولت برطانیہ عظمی نہایت مہربانی اور فراخدلی کے
ساتھ اپنے شاہی حقوق سے باز آگئی، اور معاہدہ صلح (Treaty of peace) نے وطن پرست
باغیون کو جنوبی امریکہ کے ایک زرخیز خطہ کا خودمختار مالک بنادیا، اس زمانۂ جنگ مین ممالک
متحدہ امریکہ کے قومی اخبارات کی مجموعی تعداد ۴۲ تھی، اُن مین سے بعض روزانہ بھی تھے، اسکے
مقابلہ مین اینگلو امریکن اخبارات کی تعداد صرف ۳۴ تھی اور یہ سب ہفتہ وار تھے،

دور اختلاف حصول آزادی کے بعد امریکن صحافت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، اسوقت تک
زیادہ تر اجنبی حکومت سے گلوخلاصی کے لئے زور قلم صرف کیا گیا تہا، لیکن اب ملکی طریق حکومت پر
بحث ومباحثہ شروع ہوا اور امریکہ کی بساط سیاست پر دو مخالف مہرے پیدا ہوگئے، ایک
لامرکزیت (Federal constitution) کا حامی اور دوسرا جمہوری حکومت

Republic کا شیدائی تھا، ان دونون مین فرق یہ ہے کہ اول الذکر گروہ تمام صوبون مین اتفاق و یکجہتی پیدا کرنیکے لئے مرکزی جماعت کو صرف نام نہاد حقوق دینا چاہتا تھا لیکن اسکے مقابلہ مین ایک جماعت ایسی تھی جو مرکزی حکومت کو زیادہ وسیع اختیارات دینا چاہتی تھی، غرض طرز حکومت کے لئے ایک طویل عرصہ تک باہمی کشاکش کے بعد ۱۸۶۲ء مین دونون فریق تیغ وسنان سے اسکا فیصلہ کرنے پر مجبور ہوے، اور اس طرح اس مشہور خانہ جنگی کی (civil war) کی ابتدا ہوئی جو کامل تین سال یعنی ۱۸۶۵ء تک جاری رہی، اس اختلاف نے قدرۃً اخبارات کو بھی دو حصون پر منقسم کر دیا تھا، سنٹینل آف فریڈم sentinal of fradom) نیشنل گزٹ، ریپلکن جرنل (Repulliaan Journal) ہارٹ فورڈ کرنٹ Hart ford courant اور اسپرنگ فیلڈ ریپلکن..... (Spring field republican) جمہوریت کے طرفدارون مین سب سے زیادہ نمایان تھے، اسی طرح لامرکزیت کے شیدائیون مین ارورا (Aurora) پبلک لیجر (Rublic ledger) ایوننگ بولیٹن (Evening Bulletin) اور نیشن (natton) کے مقالات افتتاحیہ نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے تھے،

دورِ عروج

اس ملکی جنگ (civil war) نے درحقیقت ممالک متحدہ امریکہ کی بدبختی کا خاتمہ کر دیا، تفریق و اختلاف کا خون فاسد تیر و تفنگ کے نشتر سے بہ گیا جمہوریت برسرِ اقتدار ہوئی اور اسطرح سرزمین امریکہ پر وہ خورشید عروج طلوع ہوا جو اسوقت نصف النہار پر ہے ترقی یافتہ اخبار نگاری کا دور بھی درحقیقت اسی زمانہ سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ مستقل، مستحکم اور پرامن نظام حکومت قائم ہو جانیکے بعد ممالک متحدہ امریکہ مین قدرۃً اخبارات کا ایک سیلاب امنڈ آیا، جس نے تمام ملک مین تعلیم، تجارت، صنعت اور حرفت وزراعت کے

متعلق حیرت انگیز سرگرمی پیدا کر دی، یہانتک کہ نصف صدی کے عرصہ مین دنیاے جدید کی آزاد اور اولوالعزم قوم، دولت اور تہذیب و تمدن کے میدان مسابقت مین دنیاے قدیم کی تمام ترقی یافتہ اقوام سے آگے نکل گئی،

اخبارات کی کثرت

اسوقت ممالک متحدہ امریکہ کے تمام موقت الشیوع مطبوعات کی مجموعی تعداد تقریباً ۱۶ ہزار ہے، جنمین سے ایک ہزار کے قریب روزانہ اخبارات ہین، اسکے مقابلہ مین تمام متمدن یورپ کے مطبوعات کی مجموعی تعداد صرف ۱۳۳۱ ہے، لیکن روس، دولت عثمانیہ اور یورپ کی بعض چھوٹی قومین اس سے مستثنیٰ ہین،

طرز تحریر و ادارت

امریکن اخبارات نے کثرت تعداد کے علاوہ طرز تحریر اور طریقۂ ادارت کے لحاظ سے بھی حیرت انگیز ترقی ظاہر کی ہے، ہندوستان کی طرح یہان اخبار رطب و یابس کا مجموعہ نہین ہوتا، اور نہ دور از کار، طویل، غیر مفہوم انشا پردازی اور ژولیدہ بیانی سے قارئین اخبار کے دماغون کو پریشان کیا جاتا ہے، امریکہ ایک ایسی قوم کا مسکن ہے جو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو عزیز رکھتی ہے، اسلئے یہان صرف وہی اخبار نویس کامیاب ہو سکتا ہے جو نہایت مختصر لیکن جامع اور سہل الفاظ مین تمام دنیا کے حالات اور واقعات بہم پہنچاے، پھر عنوانات ایسے اختراع کئے جائین کہ خواہ مخواہ انسان کی نظر اُٹھ جاے، اہم مباحث اور واقعات کو نمایان کرنا بھی امریکن طرز اخبار نگاری کا وصف امتیازی ہے، اکثر اخبارات اسی مقصد کیلئے مختلف قسم کے رنگ استعمال کرتے ہین، ٹائپ بھی عموماً جلی رکھا جاتا ہے، لیکن اب اکثر بڑے اخبارات زیادہ تر خیالی اور عکسی تصویرون سے کام لیتے ہین، مثلاً فرض کرو نیویارک کے کسی بڑے اخباری دفتر مین یہ خبر پہنچی کہ "روس کی انقلاب پسند جماعت نے زار روس کے محل کا محاصرہ کر کے گولہ باری کی دھمکی دی، زارینہ اپنے شیرخوار بچے کو گود مین لیکر بالاخانہ پر آئی اور

اس نے تخت سے کنارہ کشی کا اعلان کرکے بادیدۂ تر اس بچہ پر رحم کی درخواست کی" امریکن اخبار نویس اس خبر کو سُن کر فوراً تصویرون کا البم اُٹھائیگا اور روس کے شاہی محل، زار، زارینہ اور انقلاب پسند گروہ کی تصویرون کو باہم اسطرح سجائیگا کہ گویا نئی دنیا کے قارئین اخبار پڑھ کر اڈہین تاریخ عالم کا یہ موثر نظارہ اپنی آنکھون سے دیکھ رہے ہین،

امریکہ مین خبرون کی بہم رسانی کا انتظام بھی نہایت وسیع پیمانہ پر ہے، پہلے نیویارک ایسوشی ایٹیڈ پریس کے نام سے صرف ایک ہی نیوز ایجنسی تھی، مسٹر اسکریپس (Scripps) نے نیویارک کے مالکانِ اخبار کو راضی کرکے نیویارک یونائٹیڈ پریس کی بنیاد رکھی اور تاجرانہ اصول پر ایسوشی ایٹیڈ پریس کا مقابلہ کیا، پھر رفتہ رفتہ اسی اصول پر تمام ملک مین نیوز ایجنسیان قائم ہو گئین جنکی باہمی رقابت نے خبر رسانی کی شرح نہایت ارزان کر دی، اسکے علاوہ اکثر بڑے اخبارات کے ہزارون نامہ نگار اور نمایندے تمام دنیا مین پھیلے ہوئے ہین جو نہایت عجلت اور مستعدی کے ساتھ اپنے خدمات انجام دے رہے ہین،

ارزان اخبار نگاری

امریکن اخبارات کا ایک مخصوص وصف یہ بھی ہے کہ وہ باوجود اپنی ظاہری و معنوی خوبیون کے نہایت ارزان اور کم قیمت ہین، سنہ ۱۸۶۵ء سے پہلے اخبارات عموماً ۲۲ سینٹ مین فروخت ہوتے تھے، لیکن سنہ ۱۸۷۵ء کے بعد دفعتہً ۱۲ اور ۱۴ سینٹ پر بکنے لگے، اسکے بعد انیسوین صدی کے خاتمہ پر پھر ایک ایسا دور آیا کہ اکثر اخبارات کی قیمت صرف ایک سینٹ ہو گئی اس ارزانی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس عرصہ مین کاغذ سازی اور مطبع کے ساز و سامان مین حیرت انگیز ترقی ظاہر ہوئی، لکڑی کے گودے یعنی (Wood pulp) کی ایجاد سے کاغذ غیر معمولی طور پر نہایت ارزان ہو گیا، پھر مطبع کی ترقی کا یہ حال ہے کہ اب تمام کام مشین سے ہوتا ہے، یہانتک کہ ٹائپ کے حروف بھی مشین سے کمپوز (مرتب) کیے جاتے ہین، اور اسطرح

ایک آدمی نہایت تھوڑے وقت مین پانچ مستعد اور چابکدست کمپوزیٹرون سے زیادہ کام کر لیتا ہے پھر فرمے موڑنے، پیکٹ باندھنے اور لیبل لگانے کے آلات بھی ایجاد ہو گئے ہین جو گھنٹون کے کام کو صرف چند منٹون مین انجام دیتے ہین،

رجال صحافت کے علمی کارنامے

امریکن رجال صحافت کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ انھون نے قوت تحریر کے علاوہ بسا اوقات غیر معمولی قوت کا ثبوت دیا ہے اور حکومت کے اعلیٰ عہدون پر متعین ہو کر نہایت اہم خدمات انجام دیئے ہین، ہارٹ فورڈ ٹائمس (Hart ford times) صوبہ کنیکٹکٹ کا ایک نہایت موقر روزانہ اخبار ہے اسکے ایڈیٹر مسٹر گیڈون ویلس.... (Gideon wells) سنہ ۱۸۶۱ء مین ممالک متحدہ امریکہ کے وزیر بحر مقرر کیے گئے اور کامل نو سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے اسی طرح اس اخبار کے دوسرے چیف ایڈیٹر مسٹر جان ملٹن نائلس John milton miles سنہ ۱۸۳۵ء مین مجلس وزراء کے ممبر بنائے گئے، اور کامل چار سال تک اس منصب پر مامور رہنے کے بعد سنہ ۱۸۴۰ء مین پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر کئے گئے، ایوننگ بلیٹن Evening (Bulletin) اور پریس، کے چیف ایڈیٹر مسٹر چارلس اماری اسمتھ Charles Emory smith سنہ ۱۸۹۰ء مین روس کی سفارت پر مامور ہوے، پھر سنہ ۱۸۹۸ء مین انکو پوسٹ ماسٹر جنرل کا عہدہ تفویض کیا گیا، "دی جرنل" The journal صوبہ جارجیا کا مشہور اخبار ہے، اسکے مالک مسٹر ہوک اسمتھ Hoke smith سنہ ۱۸۹۳ء مین وزیر داخلہ اور سنہ ۱۹۰۷ء مین جارجیا کے گورنر مقرر کئے گئے "ٹریبون" Tribune خاص دار السلطنت کا ایک نہایت ذی اثر روزانہ اخبار ہے اسکے مالک و چیف ایڈیٹر مسٹر وہائٹ لارئیڈ (White lowred) لندن کی سفارت عظمیٰ پر مامور تھے،

سدرن کوارٹرلی ریویو (Southern quarterly review) اپنے مالی اور اقتصادی مضامین کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتا ہے، اسکے ایڈیٹر برونس لذیانا (Lowaiana) یونیورسٹی مین علم الاقتصاد (Political acomony) کے پروفیسر بنائے گئے، اسی طرح "انڈیانوبلیس جرنل" کے ایڈیٹر اور مالک مسٹر "چلفنٹ نیو" (Chalfant new) کو ۱۸۶۸ء مین خزانہ کی افسری اور ۱۸۸۲ء مین نائب وزیر مال کا عہدہ تفویض کیا گیا،

باقی

سلسلۂ دینیات کی قیمت

صفحہ ۵۶ پر جس سلسلۂ دینیات کی تنقید ہے، غلطی سے اسکی قیمت عہر لکھی گئی ہے، صحیح قیمت عا ہے، فرمائش سکریٹری مسلم ہائی اسکول کانپور کے نام بھیجیے،

دیوان سوم حسرت موہانی

مولوی حسرت موہانی بی-اے کا تیسرا مختصر دیوان شایع ہوگیا ہے، جو حسب معمول اپنی خاص دلچسپیون سے پُر ہوا ہے، قیمت ۴ر ا

دفتر اردوے معلیٰ علی گڈھ

ہوم رول سے پہلے!

ہوم لنگویج (ملکی زبان)

ہندوستان مین آج کل سیاسی خیالات مین جو مد و جزر نمودار ہو رہا ہے، اس سے توقعات کے کشت زار مین نئی امنگین پیدا ہوگئی ہین، گو مسلمانون کو ایک عرصہ دراز تک برادران وطن کے سیاسی خیالات سے ہمدردی نہین رہی، لیکن اب واقعات کی رَو بالکل بدل گئی ہے، اب یہ خیال ہے کہ سیاسیات کی سطح مین جنبش تو پیدا ہو رہی ہے، جب دریا اپنے اصلی رو پر آئیگا تو اپنی رَو کا رخ ہر طرف پھیریگا،

انہین مباحث مین سے سب سے اول زبان کا مسئلہ ہے، اور ہمارے خیال مین یہ مسئلہ ہوم رول سے بہت پہلے حل ہونیکے لائق ہے، افسوس ہوتا ہے جب یہ نظر آتا ہے کہ یہ سیاسی خیالات بیگانہ زبان کی ترجمانی محض ہے، یہ خلاق عالم کی مخلوق زبان کی آواز نہین ہے بلکہ امریکن اڈیسن کی مصنوعی حجری زبان کی آواز ہے، دسمبر ۱۹۱۶ء کے معارف مین اردو انسائیکلوپیڈیا کی تقریب سے جو مضمون ہم نے لکھا تھا، اسکی تمہید مین عرض کیا تھا،

"اگر ہندوستان سے انگریزی زبان چھین لیجائے اور یہ فرض کر لیا جائے کہ ملک کے تمام صوبون اور گوشون سے نائبان ملک اور نمایندگان اقوام کی ایک عظیم الشان مجلس شوریٰ قائم ہے، ہمارا قومی اسپیکر اب ہمارے متحدہ پلیٹ فارم پر آتا ہے، سوال یہ ہی کہ ہمکو کس زبان مین مخاطب کریگا، وہ جوش اور جذبات سے لبریز ہے، لیکن کیا پنجابی زبان اُسکے خیالات کی ترجمانی کریگی؟ کیا بنگالی اور مرہٹی زبان اس مختلف اللسان مجمع کی گرہ کشائی کریگی،"

اِسلئے ہوم رُول کے تخیل سے پہلے ورنہ کم از کم ساتھ ساتھ ہوم لنگویج کا فیصلہ کر لینا چاہیئے، ہمارے برادران وطن اس متخیلہ سے غافل نہین ہین، اور اس مشکل پر انکی نظر ہم سے پہلے پہنچ چکی ہے، جولائی سنہ ۱۹۱۷ء کے اخبارات مین مسٹر گاندہی کا وہ عاقلانہ مضمون شایع ہو چکا ہے جسمین انھون نے ہندی نام ایک عنقا صفت زبان کو ہندوستان کی عمومی زبان کا درجہ دینکی تحریک کی ہے، اواخر دسمبر سنہ ۱۶ء مین لکھنؤ مین اُس مجلس کا اجلاس ہو چکا ہے جسکا مقصد تمام ہندوستان مین ایک زبان اور ایک خط جاری کرنا ہے، اور اس سے مراد انکی ہندی ہے

۱۰- اگست سنہ ۱۹۱۷ء کی یو پی اسپشل کانگرس کے پلیٹ فارم پر رفاہ عام کلب کے وسیع ہال مین الہ آباد کے مشہور لیڈر سے جب انگریزی مین تقریر کرنیکی فرمائش کیگئی تو اُس نے کہا،

” آپ لوگ ہوم رول چاہتے ہین اور مجھے کہتے ہین کہ انگریزی مین بولو، کیا ہوم رول ملنے پر کوئی انگریزی مین بولا کریگا، اگر ہوم رول کے بعد بھی آپ انگریزی مین بولا کرینگے تو ہوم رول کچھ فائدہ کی چیز ہو گی، اگر آپکے پاس ایسی زبان نہین جسمین اپنی ضرورت کی باتون کو کہہ سکین تو ہوم رول کی آپکو کچھ ضرورت نہین ہے “

اس روح کا سب سے بڑا مظہر مسٹر گاندہی کی اس تجویز مین ہے کہ امسال آل انڈیا کانگرس کے صدر مجلس کی تقریر اردو ہندی یا ہندوستانی مین ہو، اگر اس تجویز پر عمل ہوا تو مسلم لیگ کے لئے بلکہ سب سے زیادہ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے لئے ایک تازیانہ ہوگا، جہان صدر مجلس کیلئے اردو بولنا انتہائی تحقیر ہے، ہمارے نوجوان انگریزی خوان معترض ہین کہ جمعہ اور عیدین کا خطبہ عربی مین ہونا بالکل بے فائدہ ہے کہ خطبہ سے مقصود موعظت اور نصیحت ہے، اور وہ اس زبان مین ہونا چاہیے جسکو حاضرین مسجد سمجھتے ہون، شاید ہماری قومی مجلسین جو جامع مسجدون کا اگر حکم نہین رکھتین تو عیدگاہون کا حکم ان پر ضرور عاید کرنا چاہیے کہ لباسہاے فاخرہ کی سالانہ نمائشگاہ

وہ بھی ہے، ان قومی عیدگاہون مین انگریزی تقریرین مساجد کے عربی خطبون سے کہین زیادہ بیسود اور کہین زیادہ بے فائدہ ہین،

اصل یہ ہے کہ ہندوستان جس مرض کا بیمار ہے اسکا صرف ایک ہی علاج ہے اور وہ ”ملکی زبان مین تعلیم“ ہے، جب تک اس نسخہ کی آزمائش نہو گی ہماری مشکلات کا خاتمہ نہوگا، ہماری تعلیمی ترقی کا سب سے صحیح راستہ وہی تہا جو سائنٹفک سوسائٹی کے مشعل مین سرسید کو سنہ ۱۸۶۳ء مین نظر آیا تہا اور جسپر ایک مدت تک وہ قدم زن بھی رہے، اس سوسائٹی کا مقصد یہ تہا کہ ملکی زبان کے ذریعہ سے قوم مین تعلیم کی اشاعت کیجائے، چنانچہ اس سوسائٹی کے ذریعہ سے چالیس کتابین اردو زبان مین لکھی اور چھاپی گئین، ۳۰ ہزار کی لاگت سے علی گڈہ مین اسکے لئے عمارت بنی، اور چندہی دنون مین اس نے ملک اور حکومت دونون مین اقتدار پیدا کر لیا، وزیر ہند نے اسکی سرپرستی قبول کی،

اسی سوسائٹی سے ۱۰- مئی سنہ ۱۸۶۶ء کو برٹش انڈین ایسوسی ایشن پیدا ہوئی جس نے یکم اگست سنہ ۱۸۶۷ء کو والیسراے کی خدمت مین حسب ذیل عرضداشت پیش کی،

(۱) اعلی درجہ کی تعلیم کا ایک ایسا سررشتہ قائم کیا جاے جسمین بڑے بڑے علوم و فنون کی تعلیم دیسی زبان مین ہوا کرے،

(۲) دیسی زبانون مین اُنھین مضمونون کا سالانہ امتحان ہوا کرے جنمین کہ اب طلبہ کلکتہ یونیورسٹی مین انگریزی مین امتحان دیتے ہین،

(۳) جو سندین انگریزی خوان طلبہ کو اب علم کی مختلف شاخون مین بمعاوضۂ تحصیل لیاقت عطا ہوتی ہین، وہی سندین ان طلبہ کو عطا ہوا کرین جو انہین مضمونون کا دیسی زبان مین امتحان دیکر کامیاب ہون،

(۴) یا تو ایک اردو فیکلٹی کلکتہ یونیورسٹی مین قائم کیجاے یا شمالی مغربی اضلاع مین ایک

جدا یونیورسٹی دیسی زبان کی قائم ہو،

یہ اصلی نظام کار تہا جسپر اہل ملک کو کام کرنا چاہیئے تہا، ایسوسی ایشن کی اس تجویز کو گورنمنٹ نے بھی نظر قبول سے دیکھا لیکن پھر خدا جانے وہ کونسا جادو تہا جس نے سرسید کے خیال کو مشرق سے مغرب کی طرف پھیر دیا، اور ۱۸۶۲ء مین جب دیسی زبان کی تعلیم کا مسئلہ پیش ہوا تو اُنھون نے نہایت دلیری سے اسکے خلاف گواہی دی، اور وہ "مدرسۃ العلوم مسلمانان" جسکا مقصد ایک مشرقی یونیورسٹی کا قیام تہا، ایک خالص انگریزی کے کالج سے مبدل ہوگیا، اب گو مسلم یونیورسٹی کا تخیل سامنے ہے، تاہم سفر کا رخ چشمۂ حیوان کی طرف نہین بلکہ ظلمات کی سمت ہے،

پچاس برس کے بعد مُردہ ہڈیون مین پھر جان آئی یعنی گورنمنٹ کے سامنے دیسی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانیکی تجویز پیش کیگئی، اگست ۱۹۱۵ء کی بیچ کی تاریخون مین بمقام شملہ اس غرض سے جو مجلس منعقد ہوئی تھی، ہز اکسلنسی والیسرائے نے اسمین اپنے خیالات ان الفاظ مین ظاہر فرمائے،

آپکو زیر بحث مسائل پر صرف تعلیمی نقطہ نظر سے بحث کرنی چاہیئے، یعنی انگریزی تعلیم کی ترقی کیونکر ہوسکتی ہے، تعلیم کا ذریعہ انگریزی ہو یا دیسی زبانین ہون اور انگریزی لازمی زبان ثانوی کے طور پر سکھائی جائے، یہ امر اب خارج از بحث ہے کہ ہم اپنے طریقۂ تعلیم کے مسلمہ طرز کو بالکل بدل ڈالین،

تعلیم یافتہ جماعتون کے فواید انگریزی تعلیم کی سطح پر قائم ہین جو اب تمام ہندوستان کی قومی زبان ہوگئی ہے، اگرچہ مجھے ان اصحاب کے ساتھ دلی ہمدردی ہے جو دیسی زبانون سے بے پروائی کیے جانے کے شاکی ہین، لیکن اب انگریزی کا درجہ دیسی زبانون کو دیا جانا عملی پالٹیکس سے باہر ہے، اس مسئلہ مین سب سے بڑی دقت مختلف دیسی زبانون کا وجود ہے جسکا کوئی قابل اطمینان علاج اتبک پیش نہین کیا گیا،

ہز اکسلنسی ہمکو اپنے جائز حق سے محروم نہین کرتے بلکہ مختلف دیسی زبانون کے تصادم کا علاج پوچھتے ہین، ہمارے نزدیک تو صرف اسکا علاج اردو زبان ہے جسکی عملاً ہمہ گیری اور عمومیت سے کوئی انکار نہین کرسکتا، اور اگر دیگر ملکی فرقون کو اس فیصلہ سے اتفاق نہین، تو کانگرس و مسلم لیگ کے بیسیون مختلف العقاید مذاہب سیاسیہ کا حل ایک مخصوص مشترک جلسہ سے کیا جاچکا ہے، زبان کی اہمیت کا مسئلہ اسقدر پست نہین ہے کہ اسکی خاطر کوئی مشترک فیصلہ کن اجلاس انعقاد نپا سکے،

اردو اور ہندی کا جو لوگ سوال اُٹھاتے ہین وہ درحقیقت زبان کے فلسفہ سے بیگانہ ہین، زبان کے خط کے لحاظ سے تو یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کی زبان کس خط مین لکھی جائے لیکن اس سوال کو صوبون کے رواج پر چھوڑ دینا چاہیئے، رفتہ رفتہ یہ اختلافات خود مٹ جائین گے کہ اصل زبان کے ذخیرۂ الفاظ پر غور کرنا چاہیئے،

زبان مین تین چیزین ہوتی ہین، اسمار، افعال، اور حروف، زبان کی اصل ماہیت افعال اور حروف ہین، اسمار، دوسری زبان سے آتے رہتے ہین اور مٹتے جاتے ہین، اور بدلتے جاتے ہین، عربی زبان مین سیکڑون لفظ دوسری زبانون سے آئے ہین، فارسی مین ہزارون عربی الفاظ مستعمل ہین، انگریزی مین لاتعداد یونانی اور لیٹن لفظ ہین، تاہم انکو عربی اور فارسی اور انگریزی ہی کہین گے، اسی طریقہ سے اگر ہماری اردو مین آدہے فارسی اور عربی اسمار مل گئے ہین تو اس سے وہ ہندی ہونے سے خارج نہین ہوسکتی، جبکہ اسکے تمامتر افعال، تمامتر حروف اور نصف اسمار بھاشا اور ہندی المولد ہین، یہ سچ ہی کہ ہندو اور مسلمانون کی قومی اور مذہبی ضرورتون کے لحاظ سے جو کبھی مٹ نہین سکتی، انکا خزانۂ عاریت باختلاف قومیت عربی و فارسی و سنسکرت ہی رہیگا، اور اسمین کچھ حرج نہین مصر کے مسلمانون اور عیسائیون کی زبان عربی ہے لیکن عیسائیون کی تمام مخصوص قومی اور مذہبی اصطلاحات قبطی ہین،

باب التقریظ والانتقاد

مثنوی خواب وخیال

از

میر اثر دہلوی

از مولانا عبد السلام ندوی

دلی کے آسمان پر جو صاحب کمال آفتاب و ماہتاب بنکر چمکے، انکی ضیا گستری نے اگرچہ اور بہت سے چراغ بجھا دیے، تاہم اب بھی ہم اُنسے اپنی بزم ادب کو روشن کر سکتے ہین میر اثر دہلوی جنکے نام سے بھی اب بہت کم لوگ واقف ہین، اسی قسم کے بزرگون مین ہین، وہ خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی، مرید اور شاگرد رشید تھے، علوم باطن و تصوف انھی سے حاصل کیے تھے اور انھی کے رنگ مین شعر کہتے تھے، خواجہ صاحب کو ان پر اسقدر اعتماد تھا کہ جب انکے عالم پیری مین ایک مرید نے عرض کیا کہ "حضور ہدایت فرمائین کہ آپ کے بعد کسکو آپکا جانشین بنائین" تو یہ سنکر آنکھون مین آنسو بھر لاے اور فرمایا،

موت کیا ہے فقیرون سے تجھے لینا ہے — مرنے سے پہلے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہین

تا قیامت نہین مٹنے کے دل عالم سے — "درد" ہم اپنے عوض چھوڑے "اثر" جاتے ہین

میر اثر اپنی یادگار مین ایک مختصر سا دیوان اور ایک مثنوی چھوڑ گئے تھے، مثنوی کا نام "خواب وخیال" تھا، اور انکی شہرت تمامتر اسی مثنوی کی بنا پر تھی، غدر سے پہلے اگرچہ یہ مثنوی عام طور پر مشہور اور جا بجا موجود تھی، لیکن اب نام کے سوا اسکا کوئی عین واثر نہین پایا جاتا تھا، یہانتک کہ جن لوگون نے اردو ادب و شاعری کی خدمت مین اپنی عمرین صرف کردی ہین وہ بھی اس سے

متمتع نہ ہو سکے، مولانا محمد حسین آزاد نے خواجہ میر درد کے تذکرے مین میر اثر کا نام لیا تو صرف اسیقدر لکھکر رہ گئے کہ "اُنکے بھائی میان سید محمد میر اثر تخلص کرتے تھے، وہ بھی صاحب دیوان تھے بلکہ ایک مثنوی خواب وخیال انکی مشہور ہے اور بہت اچھی لکھی ہے"

مولانا حالی نے اس مثنوی کی بنا پر ایک تاریخی مسئلہ چھیڑا اور شوق کی مثنویون کے لیے اُسکو شمع راہ قرار دیا، اسلیے اگر یہ مثنوی اُنکے ہاتھ آجاتی تو وہ اس معاملہ مین اس سے بہت کچھ کام لیتے، لیکن وہ بھی ظن و تخمین کی بنا پر اس سے زیادہ نہ لکھ سکے کہ "نواب مرزا شوق کو اپنے اسکول کے برخلاف مثنوی مین ایسی صاف اور بامحاورہ زبان برتنے کا خیال کیونکر پیدا ہوا کیونکہ جب سوسائٹی کا رخ دوسری طرف پھرا ہوتا ہے تو اسکے مخالف رخ بدلنے کے لیے کسی خارجی تحریک کا ہونا ضروری ہے، ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ میر درد کے چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر دہلوی نے جو ایک مثنوی لکھی ہے جسکا نام "خواب وخیال" رکھا تھا، اور جسکی شہرت ایک خاص وجہ سے زیادہ تر یورپ مین ہوئی تھی، اس مثنوی مین جیسا کہ ہم نے اپنے بعض احباب سے سنا ہے تقریبا ۴۰، ۵۰ شعر اسی قسم کے ہین، جیسے کہ شوق نے بہار عشق مین اختلاط کے موقع پر انسے بہت زیادہ لکھے ہین معلوم ہوتا ہے کہ شوق کو ایسی صاف زبان برتنے کا خیال اس مثنوی کو دیکھکر پیدا ہوا اور چونکہ وہ ایک شوخ طبع آدمی تھا اور بیگمات کے محاورات پر بھی اُسکو زیادہ عبور تھا اس نے اپنے مثنوی کی بنیاد خواب وخیال کے انہین ۴۰-۵۰ شعرون پر رکھی، اور ان معاملات کو جو خواجہ میر اثر کے ہان ضمنا مختصر طور پر بیان ہوئے تھے، اپنی مثنوی مین زیادہ وسعت کے ساتھ بیان کیا، اور جس قسم کے محاورون کی بنیاد انھون نے قائم کی تھی شوق نے اسپر ایک عمارت چُن دی اسکا بڑا ثبوت یہ ہے کہ خواب وخیال کے اکثر مصرعے اور شعر تھوڑے تھوڑے تفاوت سے بہار عشق مین موجود ہین جنمین سے ایک دو شعر ہمکو بھی یاد ہین"

استاد مرحوم جنھون نے اپنی تمام عمر نادر الوجود کتابون کی تحقیق و تفتیش مین بسر کردی انکو بھی اس مثنوی کا نسخہ ہات نہین آیا، اسلئے تذکرۂ گلشن ہند مین اسکے جو چند اشعار مذکور ہین، اُنہین کو انھون نے غنیمت سمجھا، چنانچہ گلشن ہند کے ایک نوٹ مین لکھتے ہین،

"مولوی حالی صاحب نے نواب مرزا شوق کی مثنویون کو لکھنؤ کی شاہراہ سے الگ سمجھکر خواجہ میر اثر کی پیروی کا فیض قرار دیا ہے، خواجہ اثر کی مثنوی کے چند شعر اس تذکرہ مین لکھے ہین، ملاحظہ ہون،"

منشی سرِرام ایم۔ اے جنھون نے شعراے اردو کا ایک مبسوط تذکرہ لکھا ہے، اگرچہ میر اثر کا قلمی دیوان اُنکے کتبخانہ مین موجود ہے، لیکن مثنوی کی نسبت وہ بھی لکھتے ہین کہ "غدر سے پیشتر اُنکی مثنوی بہت مشہور اور جا بجا موجود تھی مگر اب وہ بھی عنقا ہے"۔ لیکن ہمکو فخر ہے کہ یہ عنقا ایک دوست کی بدولت ہمارے دام مین آگیا ہے، اور ہم اُسکے متعلق اس سے زیادہ لکھ سکتے ہین جتنا کہ اسکی نسبت ابتک لکھا گیا ہے،

(۱) ابتدا ہی سے مثنوی کی عام روش یہ چلی آتی تھی کہ اسمین یا تو کوئی تاریخی واقعہ نظم کیا جاتا تھا، یا کوئی قصہ بیان کیا جاتا تھا، یا اخلاق و تصوف کے مسائل نظم کئے جاتے تھے، لیکن اس مثنوی کی روش اس طرزِ عام سے بالکل مختلف ہے، اسمین نہ کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہے، نہ کوئی قصہ بیان کیا گیا ہے، اور نہ اخلاق و تصوف کے مسائل شاعرانہ انداز مین نظم کئے گئے ہین، بلکہ عشق و عاشقی مین جو حالات و واقعات مثلاً ہجر، وصل، شوق اور اختلاط وغیرہ پیش آجاتے ہین انکو فرضی طور پر نظم کر دیا ہے، چنانچہ خود فرماتے ہین،

لغزشِ گفتگوے مستانہ　　ہمگی ہاے و ہوے دیوانہ
کچھ نہ قصہ نہ کچھ حکایت ہے　　کچھ نہ شکوہ نہ کچھ شکایت ہے

بات ہے بے سرشتہ و بے اصل　　ہجر کیدھر کا اور کہان کا وصل
جلوہ پردازیِ جہان مثال　　نام اسکا بھی ہی خواب و خیال

اسی گفتگوے مستانہ کے سلسلہ مین جا بجا اپنی اور خواجہ میر درد کی فارسی اور اُردو ہموزن غزلین بھی درج کرتے گئے ہین، چنانچہ خود فرماتے ہین،

نظم کی طرح یہ نرالی ہے　　طرز اسکی نئی نکالی ہے
مثنوی گرچہ ہے وسلے ہر جا　　اور بھی شعر آگئے ہین جدا
اپنی غزلین جو یاد آئی ہین　　اُنکو موقع پہ پڑھ سنائی ہین
بعض اشعار فارسی بھی کہین　　کچھ بہ تقریب آگئے ہین یونہین
اور جو ہے کلام حضرت کا　　وان جتایا ہے نام حضرت کا
بات مین تا کہ "درد" پیدا ہو　　کچھ سُننے سے "اثر" ہو یدا ہو

اس بنا پر یہ مثنوی انکے دیوان کا انتخاب بھی ہے، مثنوی کا سنگ بنیاد یہی خواجہ میر درد کے سو اشعار ہین جو انھون نے اسی مثنوی کے وزن و قافیہ مین لکھے تھے، خواجہ میر اثر نے ان اشعار کو بھی اس مثنوی مین داخل کر لیا ہے، چنانچہ فرماتے ہین،

واسطے سب کے یان ضیافت کے　　ہین سو شعر ہین گے حضرت کے
فارسی سو ہین ہندوی سو ہین　　باقی اشعار مثنوی سو ہین
تین سو سے ہوے یہ تین ہزار　　سب اسی تخم کا ہے برگ و بار
ایک دن جو مزاج مین آیا　　بہ تفنن کچھ ایک فرمایا
کہے سو شعر مثنوی کے طور　　دفعتہً دم مین بے تامل و غور
پھر اُسی وقت لکھکے دُور کئے　　یاد رکھکر دہین مین مانگ لئے

یہی اشعار ہین بنائے کلام
متفرع اسی پہ ہے یہ تمام

آپ کہکر جو دُور فرمایا
وہی اس نظم کا ہے سرَاپا

لیکن غزلون کی طرح ان اشعار کے ضم و پیوند مین خواجہ میردرد کا نام ظاہر نہین کیا ہے

چنانچہ لکھتے ہین:

بسکہ یہ سو غلام کو ہین دیئے
نام حضرت جتا جدا نہ کیے

اسلئے ہم خواجہ صاحب کے کلام کو انکے کلام سے الگ نہین کرسکتے، تاہم دونون مین اسقدر ہمرنگی پائی جاتی ہے کہ جوڑ اور پیوند معلوم نہین ہوتا،

(۲) دہلی والون کے کلام مین جو متانت وسنجیدگی، اور لکھنؤ والون کے یہان جو شوخی، ظرافت، بلکہ بیحیائی پائی جاتی ہے، اسکا سبب بھی اس مثنوی سے معلوم ہوتا ہے، لکھنؤ مین شاعری ایک بازاری چیز بنگئی تھی، اسلئے جس شخص کے موہنہ مین جو آتا تھا وہ کہہ دیتا تھا، لیکن دہلی مین شاعری صرف خواص کے ساتھ مخصوص تھی جو اس حمام مین بھی ننگا ہونا پسند نہین کرتے تھے، میراثر نے مثنوی مین ہجر و وصال کے واقعات لکھے معشوق کے اختلاط کی تصویر کہینچی، اور اسکا سراپا لکھا، اسلئے اُنکے کلام مین وہ متانت وسنجیدگی باقی نہین رہی جو شعراے دہلی کا خاصہ ہے، لکھنؤ والون کے یہان یہ ایک معمولی بات تھی لیکن خواجہ اثر کو چونکہ اپنی پوزیشن کا احساس تھا اسلئے معذرت کرنی پڑی،

وضع اسکی ہوئی خلاف طبع
ہی مجھے اس سے انحراف طبع

نہ کیا اسکو داخلِ دیوان
نہین یہ نظم شامل دیوان

آزمانا تھا کچھ روانئ طبع
کچھ دکھانا تھا نوجوانی طبع

ایک دو دن مین کہکے پھینک دیا
نہین معلوم کنئین اُسکو لیا

شوق کی مثنویان لکھنؤ والون کے لئے سرمایۂ ناز ہین، اس بنا پر اگر مولانا حالی کا خیال صحیح ہے تو خواجہ اثر کی مثنوی دلی والون کے لئے موجب فخر ہوسکتی ہے کہ شوق نے اسکو اپنا سنگ بنیاد قرار دیا، لیکن دلی کی متانت وسنجیدگی کا یہ اثر ہے کہ خود میراثر اس مثنوی کو اپنی طرف منسوب کرنا بھی پسند نہین کرتے،

اب جو دیکھو کسو کے پاس کہین
ہین یہ اسکے ہی شعر میرے نہین

ایک تو ریختہ ہے سہل زبان
دوسرے جبکہ ہو بشوخی بیان

پھر تو قابل نہین سنانے کے
نہین لائق کہین دکھانے کے

(۳) البتّہ اس مثنوی مین ایک خصوصیت ہے جسکی بنا پر خواجہ میراثر کو اس متانت شکنی پر معذور رکھا جاسکتا ہے، اور اسی خصوصیت کو اُنھون نے اپنی معذرت مین پیش کیا ہے،

ہان مگر جو کوئی کہ شاعر ہو
فنِ شعری مین آپ ماہر ہو

ہو مضامین شعر سے آگاہ
اور رکھتا ہو کچھ سخن سے راہ

وہ تو جانے کہ یہ بھی ہی اک نہج
یون تو کہتا نہین ہے ایسا سہج

یون صفا سے کہا نہین جاتا
اس طرح کہنے مین نہین آتا

نہین آسان کہے باین انداز
اور ہر جا ہو بات کے پرداز

یہی صفائی اور برجستگی ہے جسکی بنا پر مولانا حالی نے شوق کی مثنویون کو اس مثنوی کا پرتو قرار دیا ہے، اور اُس زمانہ کے لحاظ سے درحقیقت میراثر کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے میراثر دور سوم کے شعرا مین ہین، اس دور مین اگرچہ غزل کی زبان بہت کچھ صاف ہوگئی تھی، لیکن مثنوی کا راستہ بالکل ناہموار تھا، غالباً میرتقی پہلے شخص ہین جنھون نے مثنوی کی ابتدا کی تھی، لیکن انکی مثنویون کی نسبت مولانا حالی لکھتے ہین،

" جس زمانہ مین میرنے یہ مثنویان لکھی ہین، اسوقت اردو زبان پر فارسیت بہت غالب تھی اور مثنوی کا کوئی نمونہ اردو زبان مین غالباً موجود نہ تھا اور اگر ایک آدھ نمونہ موجود بھی ہو تو اس سے چندان مدد نہین مل سکتی، اسکے سوا اگرچہ غزل کی زبان بہت کچھ منجھ گئی تھی، مگر مثنوی کا راستہ صاف ہونے تک ابھی بہت زمانہ درکار تھا اسلئے میر کی مثنویون مین فارسی ترکیبین فارسی محاورون کے ترجمے اور ایسے فارسی الفاظ جنکی اب اردو متحمل نہین ہوسکتی اس اندازہ سے جو آج کل اردو کا معیار ہے، بلاشبہہ کسی قدر زیادہ پاے جاتے ہین، نیز اردو زبان کے بہت سے الفاظ و محاورات جو اب متروک ہوگئے ہین میر کی مثنویون مین موجود ہین -"

لیکن اس ابتدائی زمانہ مین خواجہ اثر کی مثنوی مین اسقدر برجستگی روانی اور صفائی پائی جاتی ہے کہ اگر چند الفاظ مثلاً ایدہر، جیدہر، تئین اور ٹک، کسو وغیرہ کو نکال دیا جاے تو بے تکلف اس زمانہ کی زبان معلوم ہوتی ہے، کلام کی یہ روانی ہر جگہ نظر آتی ہے لیکن مولانا حالی نے جس موقع کے اشعار کو شوق کے لئے دلیل راہ قرار دیا ہے، ہم خصوصیت کے ساتھ انکو نقل کرتے ہین،

ہتھاپائی سے ہانپتے جانا — کھلتے جانے مین ڈہانپتے جانا
ہاتھ پاؤن کرخت کر لینا — پھر کبھو جی کو سخت کر لینا
وہ سراپا عرق عرق ہونا — اور بے اختیار جو رونا
سانس اُوپر کو پھر اچھل جانا — بے طرح تلملا کے ہل جانا
وہ ترا روٹھ کر نہ کرنا بات — چھاتی پر مسکرا کے مارنا لات
دمبدم وہ ترا جھکے جانا — سچ کی بات مین چھکے جانا

پھیرنا وہ ادہر اُدہر موںھ کو — مُسکرا دینا دیکھکر موںھ کو
وہ ترا منھ سے منھ بھڑا دینا — وہ ترا جیب کا لڑا دینا
وہ ترا پیار سے لپٹ جانا — اور دل کھول کے چمٹ جانا
وہین گھبرا کے پھر جدا ہونا — ملتے جلتے ہین رک خفا ہونا
وہ ترا ریجھ کا بچا جانا — لطف کی اپنی گون بچا جانا
وہ ٹھنکنا دماغداری سے — پھر بلکنا وہ آہ وزاری سے
ہولے ہولے پکارنے لگنا — ڈھیلے ہاتھون سے مارنے لگنا
تھک کے کہنا خدا کے واسطے چھوڑ — نیند آئی ہے اب مجھے نہ جھنجوڑ
منتین سب تمام کر لینا — پاؤن پڑنا سلام کر لینا
ڈر کے مارے وہ کانپنے لگنا — منھ کو ہاتھون سے ڈھانپنے لگنا
وہ ترا داشگاف ہو جانا — پھر وہ لڑ بھڑ کے صاف ہو جانا
یاد ہے اپنی وہ بھلی صورت — خوب لگتی ملی دلی صورت
وہ ترا ڈھیلے چھوڑنا بے بس — وہ ترا سُست ہو کے کہنا بس
ناک مین بولنا وہ ماندی ہو — وہ غریبی سے کہنا دیکھو تو
بات باقی نہین رہی انبو — رات باقی رہی نہین انبو
کہین تیری یہ بات بگڑیگی — یا یونہین ساری رات نبڑیگی
مجھ مین باقی کچھ اب تو بات نہین — صبح بھی ہو چکی ہے رات نہین
کہین اب تو خدا سے ڈر بس چھوڑ — ہاتھ اس سختی سے مرے نہ مروڑ
چوڑیان دیکھ میری پھوٹین ہین — اور گہنے تمام ٹوٹین ہین

اب یہ آفت کہانکی ٹوٹ پڑی — سر سے پاؤن تلک جو لوٹ پڑی
دیکھ اب آگے مار بیٹھونگی — یاکسو کو پکار بیٹھونگی
تیری خاطر سے بات کرتی ہون — جان سے اپنے ورنہ مرتی ہون
ہنین معلوم تو ہے کون بلا — یاد رکھنا یہ اپنی بات بھلا
کبھو پھر بھی تو کام ہوویگا — دیکھیو کون ساتھ سوویگا
واہ کیا خوب محرم تن ہے — جان کا میری تو تو دشمن ہے
تیرے ملنے کی بس سزا ہے یہی — دوستی کرنے کا مزا ہے یہی
مرد کی ذات بے وفا ہیگی — اُنکے ملنے مین سب دغا ہیگی
دیکھین جینا کسو کا نے مرنا — انکو اپنی ہنسی خوشی کرنا
تیرے پاؤن پڑون ہون جانے دے — تک مرے دم مین دم تو آنے دے
ہاے اللہ اب تو جان چلی — ہنین لگتی ہے کوئی بات بھلی

(۴) اس مثنوی مین اگرچہ سادگی اور صفائی کی وجہ سے تشبیہات اور استعارات بہت کم ہین، تاہم جن موقعون پر مثنوی گلزار نسیم اور طلسم الفت کی طرح مطالب کو متصل تشبیہات واستعارات مین ادا کیا ہی، وہان بھی طرز ادا مین کوئی پیچیدگی ہنین پیدا ہوئی ہے، اور کلام کی روانی اپنی اصلی حالت مین قائم ہے، مثلاً ایک موقع پر معشوق کے اشتیاق ملاقات کو اس طرح لکھا ہے،

پاس اپنے ہی کیا جو دیوین تجھے — عوض جان مگر کہ لیوین تجھے
گوہر اشک ہین نثار کرین — لخت دل کے عقیق آگے دھرین
اشک الماس ہین کہ موتی ہین — اپنے ہان یہ ہی چیز ہوتی ہین

دانۂ اشک آب و دانا ہے — یہی پینا ہے یہ ہی کھانا ہے
لوز بادام دل کی قاشین ہین — دیدۂ تر گلاب پاشین ہین
بوے انس و موانست خوشبو — جس سے انسان کی تر دماغی ہو
ہین گے بوس و کنار پان اور ہار — دست برد وصال گیندون کے مار
دل بریان و جان سپاری ہے — یہی مجلس کی بن سپاری ہے
چُہل چرچا نیا مچانا ہے — نالۂ عاشقان ترانا ہے
کاسۂ چشم جل ترنگ ہی یان — آہ و نالہ رباب چنگ ہی یان
شعلۂ شوق شمع محفل ہے — متصل بزم گرمیٔ دل ہے
کیا کہون اور گھر کی تیاری — آب پاشی ہے گریۂ و زاری
نہر مین جاری آبشارین ہین — اشک کی دولت اب بہارین ہین

ایک موقع پر یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ معشوق کے بغیر کوئی چیز خوش ہنین آتی، اس جگہ لکھتے ہین،

گر نظر جا پڑے سوے گلزار — داغ ہوتا ہے دل بیاد عذار
آگ دل مین لگائے آتش گل — سانپ کی طرح کاٹے ہی سنبل
پھول لگتے ہین جیسے انگارے — گر ز آتش نہال ہین سارے
راہ تکتی ہین آنکھین نرگس کی — کیا کہون آہ اور کس کس کی
ہنین تاک بریدہ یی پیاری — مژہ اشکبار ہین ساری
یہ درختون کے پات ہلتے ہین — یا بافسوس ہاتھ ملتے ہین
ہر طرف آبشار روتی ہے — سر پٹک ڈھارین مار رودی ہے

شل آئینہ دیکھکر کے خوض — غرق حیرت کھڑا ہے آب حوض

بلبلہ اس مین آنکھ کھولے ہین — کہ رخ آب پر پھپھولے ہین

ہین نرگس پہ یہ پڑی شبنم — چشم پرآب ہین سبھی از غم

سیر پھولون سے یہ نتیجہ ہے — یعنی عاشق کا آج تیجہ ہے

ہین سبزہ چمن مین خوابیدہ — تیرہ بختان پڑے ہین غلطیدہ

گل سبھی کرتے ہین گریبان چاک — اوران پر نسیم ڈالے ہی خاک

سوچ مین غنچہ ہین گرفتہ دل — باغبان آہی کو کھڑے ہین خجل

(۵) لیکن تشبیہات مین میراثر نے قلق ونسیم کی طرح بال کی کھال نہین نکالی ہے، بلکہ نہایت محسوس اور مادی تشبیہات سے کام لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس سے اداے مطلب مین کہین پیچیدگی نہین پیدا ہوئی ہے، بھاشا اور سنسکرت کی سادہ اورنیچرل تشبیہات کو ہمارے شعرا کی نازکخیالی نے ایک مدت سے چھوڑ دیا ہے، اسلئے ہم یہ نہین بتا سکتے کہ اردو شاعری پر بھاشا کا کیا اثر تھا؟ اور وہ کب تک قائم رہا؟ لیکن میراثر نے جا بجا ہندی تشبیہات سے کام لیا ہے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انکے زمانہ تک اردو شاعری ہندی اثر سے آزاد نہین ہوئی تھی مثلاً،

مانگ موتی بھری وہ دے ہی بہار — جیسے بگلون کی بدلی مین ہو قطار

گانٹھ ہے بسکی، زہر ہے جوڑا

شوخی انکی عجب تماشا ہے — چچلائی مولے کی کیا ہے

آنکھ کی شوخی کو مولے کے چچلاپن سے تشبیہ دی ہے جو بالکل بھاشا کی تشبیہ ہے،

ناک ہے یا کہ ایک توتا ہے — چونچ اب شہد مین ڈبوتا ہے

نتھنے ایسے ترے پھڑکتے ہین — جانور وحشی جون بھڑکتے ہین

کہی جاتی نہین کمر کی لچک — پائی چیتے نے کب یہ ایسی لپک

ہی شب ماہ دل پہ یون پیارے — جیسے کوڑہی کو چاندنی مارے

یون سیہ مست جھولے آتے ہین — مست جون ہاتھی ہولے آتی ہین

زلف کے ہلنے کو ہاتھیون کی آہستہ خرامی سے تشبیہ دی ہے،

سینہ مین یون نفس کھٹکتا ہے — شصت ماہی کے جون اٹکتا ہے

ہرطرف آن کے مچاوین دھوم — جس طرح مکھیان کرین ہین ہجوم

اب جو دانتون کی باتین چلیان ہین — کیا کہون موتیا کی کلیان ہین

(۶) خیالات مین بھی نہایت سادگی ہے، مثلاً معشوق کے یہان سے قاصد آتا ہے تو تمام عشاق کو مسرت ہوتی ہے، لیکن اس مسرت کا تمامتر دارومدار اسپر ہوتا ہے کہ وہ وعدہ وصل کا مژدہ یا نامۂ جانان لیکر آیا ہے، اس سے کسی عاشق کو مسرت نہین ہوتی کہ وہ معشوق کے یہان سے کوئی کھانے پینے کی چیز لایا ہے، یہ خالص ہندی خیال ہے کہ معشوق اس قسم کا کوئی تحفہ بھیجتا ہے تو عاشق اس سے خوش ہوتا ہے، میراثر نے ایک موقع پر اس خیال کو اسطرح ادا کیا ہے،

گر کوئی تیرا بھیجا آتا ہے — خوشی سے تو تو جی ہی جاتا ہے

اس پہ لایا جو کچھ پیام وسلام — ہو چکا پھر تو خیر کام تمام

بھیجی تونے اگر کبھو کچھ چیز — پھر تو جاتی رہے ہے عقل وتمیز

شل نادیدہ سینت رکھتا ہون — ہر گھڑی ذرہ ذرہ چکھتا ہون

کیا ہی لگتی ہی جان ودل کو لذیذ — باندھے پھرتا ہون جسطرح تعویذ

گر نہین ہے وہ چیز کھانے کی — ہے کسو کام مین لگانے کی

اسکو سو طرح نچاتا ہون   دھوم چارون طرف مچاتا ہون

(۷) لفظی رعایت اگرچہ اس مثنوی مین بہت کم ہے، تاہم جہان کہین ہے نہایت عامیانہ اور مبتذل ہے مثلاً

عقل رہتی نہین نہ طبع سلیم   مانگ کی یاد جب کرے ہی دو نیم

دل تو پہلے ہی مانگ لیتی ہے   جان بھی مفت مانگ لیتی ہے

جس گھڑی زلف کا بندہی ہی خیال   آپڑے ہی کچھ اور ہی جنجال

یاد اسکی تو مار جاتی ہے   سانپ کاٹے کی لہر آتی ہے

جب بناگوش یاد آتے ہین   اپنے تو ہوش گوش جاتے ہین

آشنا جو مژہ کا ہوتا ہے   اپنے حق مین وہ کانٹے بوتا ہے

جب بھون کا خیال کرتا ہون   جان بلب آرہے ہی مرتا ہون

جب کرون ہون تصورِ بینی   نہین رہتی ہے مجھ مین خودبینی.

غزلین جو اس مثنوی میں جابجا آئی ہین وہ اسی وزن و قافیہ مین ہین، انکا امتیازی وصف سادگی، سلاست، روانی اور درد و اثر ہے، لیکن چونکہ وہ معارف مین وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہین، اسلئے ہم انکو نظرانداز کرتے ہین،

(بقیہ صفحہ ۵۶)

اور کہین کہین اور بھی نظر ثانی کی حاجت ہے، تاہم یہ ایک عظیم الشان کام کا نقش اول ہے، اور اسقدر بہتر ہے کہ بدعوی اسکی سفارش کیجاسکتی ہے کہ ہمارے اردو اور انگریزی مکاتب اور مدارس کے کورس مین بے تامل اسکو داخل کردیا جاے، دوسرے اڈیشنون مین مناسب ترمیمین ہوتی رہینگی، قیمت ۱۲؍ پتہ: آنریری سکرٹری مسلم ہائی اسکول کانپور،

ادبیات

سخن حبیب

مولانا حبیب الرحمن خان حسرت شروانی

اے نسیم سحر آرامگہِ یار کجاست
منزلِ آن مہِ عاشق کشِ عیار کجاست ؎

روز من گشتہ سیہ جلوۂ دلدار کجاست   سینہ خون گشتہ زغم مرہم دیدار کجاست

فصل گل رفت و دلم غنچہ نشگفتہ ہنوز   آن بہار ارم و نازشِ گلزار کجاست

خارِ خارِ غمِ ہجران بدلم خار شکست   اے نسیم سحری آن گل بیخار کجاست

عیش من تلخ شد از سختیِ ایام فراق   یارب آن لعل روان بخش شکربار کجاست

روزگاریست دلم چہرۂ مقصود ندید   پیک فرخندہ پے مژدۂ دیدار کجاست

سرو و شمشاد بہ گلشن قدِ رعنا دارد   تا رود دل ز کفے فتنۂ رفتار کجاست

باد جان بخش و چمن خرم و مہ نورفشان،   ساقیٔ ماہوش و ساغرِ سرشار کجاست

خلق را بسکہ گمانہاست بہشیاریِ خویش   جلوہ فرمائے بکے پرس کہ ہشیار کجاست

از تپِ ہجر بجان آمدہ مسکین دلِ من   مایۂ صحتِ دل نرگسِ بیمار کجاست

سرِ شوریدہ ندارد سرے با مشک سیاہ   کاکلِ یار کجا نافۂ تاتار کجاست

سردی زہد نسازد بدل ما حسرت
مایۂ گرمیِ دل خانۂ خمار کجاست

(دار المصنفین)

نظریات

لب تک جو شکوے آپکے آآ کے رہ گئے — دب دبکے ولولے دل شیدا کے رہ گئے

پھیلا جو اہل ملک مین حب وطن کا جوش — ارباب جور اور بھی گھبرا کے رہ گئے

اظہار لطف اس سے نہ کرتے تو خوب تھا — یہ کیا کہ دل کی آگ کو بھڑکا کے رہ گئے

نکلا ہجوم شوق بھی گویا عدوے شوق — ارمان، دل مین شرح تمنا کے رہ گئے

اے خضر ساتھ دو جو سفر مین تو بات ہی — یہ کیا کہ صرف راستہ تبلا کے رہ گئے

مجھکو تو صرف غیر سے نہین بدگمانیان — یہ کیا ہوا کہ آپ بھی شرما کے رہ گئے

کیا طے کرینگے وادی الفت کی منزلین — ناظر کہ ابتدا ہی مین گھبرا کے رہ گئے

"ناظر" بی-اے

کلام سجاد

سجاد انصاری بی-اے

آنکھ مین ذوق جستجو کی خلش — دل مین تجدید آرزو کی خلش

کون کہتا ہے رند اچھے ہین — شیشہ و ساغر و سبو کی خلش

حسن بھی مایہ سکون نہ ہوا — گل مین اظہار رنگ و بو کی خلش

جاتی رہینگی حسن تصور کی شوخیان — اے ضبط شوق ہو نہ پریشان آرزو

دل ٹوٹنے سے راز محبت بھی کھل گیا — اللہ ری بے ثباتی پیمان آرزو

مطبوعات جدیدہ

مطالب القرآن - قرآن مجید کی ضخیم تفسیرین خواہ وہ عربی و فارسی مین ہون، یا اردو مین ہر شخص بالاستیعاب نہ اُنکو پڑھ سکتا ہے، اور نہ مباحث مہمہ اور صرفی و نحوی و فقہی اختلافات کے جاننے کی ہر شخص کو ضرورت ہے، لیکن وہ کون اسلام کا کلمہ گو ہے جسکو کتاب الٰہی کے فہم و واقفیت کی حاجت نہین، ہندوستان کی زبان عربی نہین، اسلیے اس ملک کے غیر عربی دان مسلمان اس فرض کے ادا سے قاصر ہین، اور اسلیے کتاب الٰہی کی صحیح تعلیم کے بجاے عامیانہ خیالات پر اُنکے مذہب کا مدار رہ گیا ہے، اُردو تراجم نے ایک حد تک اسکی تلافی کی ہے لیکن کسی غیر زبان کا محض ترجمہ کی مدد کے بغیر صحیح سمجھنا مشکل ہے، اور نہ محض ترجمہ بلا متن عربی شایع کیا جاسکتا ہے کیونکہ ہم مسلمانون کے نزدیک ایسا کرنا تحریف کی طرف جرأت کا ایک قدم بڑھانا ہے،

مولوی سید علی حسین صاحب بہاری سینیر ڈپٹی کلکٹر آرہ نے اس مشکل کے حل کرنیکی ایک کامیاب صورت پیدا کی ہے، اور وہ **مطالب القرآن** کا اصول ہے، یعنی تفسیری ترجمہ، مولوی صاحب موصوف نے تین جلدون مین کامل قرآن مجید کی شروع سے آخر تک اسطرح تفسیر لکھی ہے کہ اسکا اختصار تقریباً ترجمہ کے برابر ہے، متن عربی کے بغیر پہلے ایک رکوع کا خلاصہ، چند سطرون مین لکھتے ہین جس سے مجملاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رکوع کا موضوع بحث کیا ہے، پھر بہ ترتیب پورے رکوع کا مطلب لکھتے ہین جسمین اصل قرآن کا کوئی لفظ چھوٹنے نہین پاتا، پھر اس رکوع پر تنبیہ لکھتے ہین یعنی اس رکوع کے مشکلات کی توضیح، بعد ازین مختصر فقرون مین اُسکے نتائج، اور آخر مین اس رکوع سے عقاید یا فقہ کے جو مسائل مستخرج ہوتے ہین

وہ بتاتے ہین، اسی طریقہ سے پورے قرآن مجید کی تفسیر کی ہے،

تفسیر سے پہلے قرآن مجید کے متعلق تین نہایت ضروری اور بکار آمد ضمیمے ہین، پہلے مین قرآن کے مضامین کی فہرست ہے، دوسرا ضمیمہ اسلام کے مذہبی اصطلاحات کا لغت ہے، تیسرے ضمیمہ مین قرآن مجید کی سورتون کی چار فہرستین ہین، اول بہ ترتیب قرآن، دوم بہ ترتیب نزول، سوم بہ ترتیب حروف تہجی، چہارم بہ ترتیب پارہ،

ہم مصنف کو اُسکی کامیاب تصنیف، اور اُسکے شاندار مذہبی خدمات کے انجام پر صدق دل سے مبارکباد دیتے ہین، طبع و کاغذ بہتر، قیمت ۲ ضخامت ۱۰۰۰ صفحہ۔

تفسیر قرآن - قرآن مجید کی تفسیرین بہت لکھی گئین، اور ایک بھی نہین لکھی گئی، واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک کھلی، آسان، اور یسیر الفہم کتاب دنیا مین ایک جاہل اور ان پڑھ قوم کی ہدایت کے لئے اُتری، وہ تنہا بغیر آمیزش خود اپنا مطلب آپ بتاتی ہے، لیکن اسلام مین جب علوم وفنون پیدا ہوے تو قرآن مجید زیادہ واضح ہونے کے بجاے زیادہ مشکل ہوگیا، عربی زبان مین جو تفسیرین لکھی گئی ہین، یا انکی بنا سرتاپا منقولات اور روایت عامہ پر ہے، یا عقلیات اور فلسفیانہ مباحث پر، مفسرین جسقدر قران مجید کو سُلجھانیکی کوشش کرتے ہین اتنا ہی اسکو اور اُلجھا دیتے ہین، قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے صرف ایک چیز کافی ہے اور وہ عربی زبان کا صحیح اور کامل علم، محاورات اور لغت عرب پر کامل عبور، اور دیگر کتب الٓہی سے صحیح واقفیت، جناب مولانا حمید الدین نے اپنی مشہور عربی تصنیف مین اسی اصول کو ملحوظ رکھا ہے، اسکے علاوہ حسب ذیل اصول اُنکی تفسیر کے اور ہین،

(۱) قرآن مجید ایک مسلسل اور مرتب کتاب ہے،

(۲) ہر سورہ کا ایک خاص موضوع اور مقصود ہے، اور اسکی تمام آیتین باہم مسلسل ہین،

(۳) قرآن اپنے دعوٰن کے آپ دلائل پیش کرتا ہے اسکے لئے باہر سے دلائل لانیکی ضرورت نہین، خداوند عالم نے یہ فضل صرف اُنکے لئے مخصوص رکھا تھا، "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ"

لیکن مولاناے ممدوح نے اس خزانہ کو اپنے ہی تک محدود نہین رکھا، بلکہ وہ اسکو وقف عام کر رہے ہین، قرآن مجید کے علم و واقفیت کے خود دارانہ ادعا کی آواز جو کبھی ایجوکیشنل کانفرس کے فراز سے اور کبھی سرزمین بنگالہ کے نشیب سے سنائی دیتی ہے وہ درحقیقت اسی معلّم اول کی تحقیقات کی صداے بازگشت ہے، جناب مولوی شائق احمد صاحب عثمانی بھاگلپوری کے ہم ممنون ہین کہ وہ پارۂ عم پر مولاناے ممدوح کے زبانی املا کو تحریر کی صورت مین لائے ہین اور صدق نیت سے اُنھون نے اپنے چشمۂ علم کے منبع فیض کو شکر و امتنان کے ساتھ ظاہر کردیا ہے،

مولوی صاحب کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اُنھون نے قرآن مجید کی مکّی سورتون کی تفسیر کو جن مین زیادہ تر تصحیح عقاید اور تعلیم اخلاق کے مباحث ہین اردو مین شایع کرنے کا ارادہ کیا ہے اور سردست پارۂ عم کی تفسیر شایع کی ہے، اندازِ تفسیر، طرز بیان، طریقۂ توضیح مطالب مین اُنھون نے مولاناے ممدوح کی حرف بحرف تقلید کی ہے، اسلیئے اسکی خوبی مین کوئی کلام نہین، زمانۂ حال کے خیالات اور مقتضیات کا پورا پورا لحاظ کیا گیا ہے، اور زبان بھی صاف اور شستہ اور بہ نہج جدید ہے، مولوی شائق احمد صاحب کم از کم اس مدح کے مستحق ہین کہ اُنھون نے ان اوراق کی ترتیب و اشاعت فرماکر غیر عربی دان مسلمان طبقہ پر احسان کیا ہے، نوجوان انگریزی خوان مسلمانون کو ہم مخصوص طور سے اس تفسیر کے مطالعہ کی طرف ملتفت کرتے ہین،

تفسیر کی تقطیع ۱۷×۲۲ مناسب ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی متوسط، قیمت درجۂ اول دو روپیہ، درجہ دوم عہ، ضخامت ۲۲۶ صفحہ، پتہ مولوی شائق احمد عثمانی، دلاور پور، مونگیر،

سلسلۂ دینیات - انگریزی مدارس کے مسلمان لڑکون کو اپنے مذہب سے جو ناواقفیت ہوتی ہے

اسکے ناگوار نتائج کی تفصیل کی حاجت ہنین، گورنمنٹ نے ازراہ مہربانی اسکولون مین مذہبی تعلیم کی اجازت دے رکھی ہے، اسلئے مدت سے یہ ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ دینیات کے چند ایسے رسالے لکھے جائین جو ان مدارس مین پڑہائے جاسکین، حمایت اسلام اور علی گڈھ کالج کی طرف سے اس قسم کے رسالے شایع بھی ہوئے ہین، لیکن ان مین بڑا نقص یہ ہے کہ وہ نہایت سطحی ہین اور ان مین چند ملایانہ فقہی مسائل کے سوا اور کچھ نہین ہے، علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے سنہ ۱۹۱۰ء مین اشاعت اسلام کا جو صیغہ قائم کرنا چاہا تھا اسمین اس ضرورت کو سب سے مقدم رکھا تھا، تمام موجودہ سلسلہ دینیات کو دیکھکر مجھے (ایڈیٹر معارف) ایک جدید سلسلۂ دینیات کی ہدایت فرمائی تھی، اُن کا لکھوایا ہوا خاکہ ابتک موجود ہے، اُنھون نے دینیات مین چار چیزین داخل کی تھین، عقاید، فقہ، اخلاق، اور تاریخ اسلام، ان مباحث کو بتدریج ایک سلسلہ مین پورا کیا جاتا،

جناب مولوی سید فضل الرحمن صاحب وکیل و آنریری سکریٹری مسلم ہائی اسکول کانپور جو اپنے پہلو مین حسیات اسلامیہ سے ایک بیقرار دل رکھتے ہین، اپنے اسکول کے لئے اسی قسم کے ایک سلسلۂ دینیات کی ترتیب کے لئے مضطرب تھے، بالآخر خدا نے اُنکی سعی اور اُنکی زیر نگرانی ایک ایسا عمدہ سلسلۂ دینیات مرتب ہوگیا جو مسلمان لڑکون کے لئے بغایت مفید ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ اُنھون نے علامۂ مرحوم کی تجویز کی اسطرح غائبانہ تقلید کی ہے کہ اگر علامہ مرحوم زندہ ہوتے تو وہ اُسکو یقیناً نہایت پسند فرماتے،

پورا سلسلہ ۸ رسالون پر مشتمل ہے، جن مین عقاید و علم کلام، عبادات و فقہ، اخلاق و عادات اور سیرۂ نبوی و تاریخ اسلام کو بہ ترتیب پھیلایا ہے اردو کے جن کتب و رسائل سے اقتباسات لئے گئے ہین وہ مستند ماخذ ہین، زبان بھی آسان اور روان ہے، طرز بیان سادہ لیکن دلچسپ ہے آخر مین ایک دو قومی نظمین دی ہین، آٹھوان رسالہ توالبتہ کسیقدر ترمیم کا محتاج ہے، (دیکھو صفحہ ۵۰)

عدد پنجم	ماہ محرم ۱۳۳۶ھ مطابق نومبر ۱۹۱۷ء	مجلد دوم

مضامین